

## باب ہشتم

کتاب مستطاب مسمی بہ

”معائنہ بلا شیب“

(در مسئلہ علم غیب)

تصنیف لطیف

حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی

قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اور ثناء لا تعداد ولا تحصى واسطے اس خالق پاک کے کہ خلق الانسان علیہ السلام جس کا فرمان ہے اور درود لا محدود اس رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ علمک مالم تکن تعلم جس کی شان ہے اور تحفہ سلام الی یوم القیام آل اطہار پر اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم پر کہ جن کے حق میں علمتم مالم تعلموا صادق بیان ہے۔ اُما بعد واضح ہو کہ استحکام امور اہل اسلام، اتحاد ملت اور محبت باہم پر مبنی ہے چنانچہ آیت: ﴿إِذْ كُنْتُمْ أَغْدَاءَ فَآلَفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِيَعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ اس پر شاہد ہے اور بربادی کا باعث، فتنہ و فساد اور نزاع و جدال ہے، چنانچہ آیت: ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ اس پر دال ہے۔

زمانہ ظہور اسلام سے اہل اسلام میں ایسی محبت اور مودت چلی آ رہی ہے کہ بھائیوں سے بھی زیادہ باہمی الفت رکھتے ہیں۔ اب کچھ عرصہ سے بعض بھائیوں نے ایسا فساد اور فتنہ مچایا کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر ضد کر کے ایک جنگ برپا کر دی۔

اب جو ہمارے شہر ملتان میں چھیڑ چھاڑ یا رسول اللہ کہنے سے منع کرنے کی شروع ہوئی تو بعض بھائیوں نے شرک اور کفر تک کا فتویٰ لگا دیا جبکہ دوسری طرف نے جواب پر کمر باندھی، رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بحث اس بات میں شروع ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات پر اطلاع نہیں ہے۔ چنانچہ ان بھائیوں نے ایک بیچارے طبیب صاحب مسکنی مولوی رحیم بخش کو کہ وہ ایک سیدھے سادے آدمی ہیں اور فقیر (شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوئی) کے بھی بڑے مہربان ہیں، نشانہ اور آڑ بنا کر ایک رسالہ ان کے نام پر چھپوا کر شائع کیا۔

رسالہ مذکورہ اگرچہ اُن کے مطلوب کے کسی قدر برخلاف بھی ہے مگر وہ چالاک بھائی بڑے خوش ہو کر بزم خویش کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارے رسالے میں صریح سندات ہیں، ہمارے مخالف اس کا جواب کہاں سے لائیں گے؟ اگر انکل پچو جواب بنائیں گے تو چار سطر کے جواب سے اڑا دیئے جائیں گے۔

باعث قلم اٹھانے کا اڈل تو اطہار حق اور طلب ثواب ہے۔ دوسرا یہ کہ جناب طبیب صاحب اتفاقاً ایک روز بوہڑ دروازہ ملتان میں فقیر کو ملائی ہوئے اور اپنا رسالہ عطا

فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ اس رسالے میں فکر فرما کر جو حق بات ہو اس سے مجھے مطلع فرما دیں، طبیب صاحب میرے خیال میں حقیقت پسند آدمی ہیں۔ چنانچہ بندہ نے قلم اٹھایا، تیسرا یہ کہ بعض علماء و صلحاء برگزیدگان خدا (اپنے استاذ کرم حضرت مولانا جمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف دارالعلوم گھوٹہ شریف کی طرف اشارہ ہے) کہ جن کے حکم سے فقیر کو سرتابی کی مجال نہیں۔ فقیر کو حکم فرمایا کہ یہ رسالہ اس قابل نہیں کہ علماء اس کا جواب لکھیں لہذا تم اس پر قلم اٹھاؤ اور حق ظاہر کر دو۔

اگرچہ فقیر کو چنداں مایہ علمی نہیں مگر مسلمان بھائیوں کی خدمت میں جو کچھ کہ فقیر کے ذہن فقیر میں آتا ہے بعون اللہ حسن توفیقہ لکھ کر پیش کر دیتا ہے، کیونکہ حق کو چھپانا گناہ کبیرہ ہے۔

قال الطیب سوال: عوام الناس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کل کا کل دیدیا ہے کیا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟ جواب از طبیب:- یہ اعتقاد محض غلط ہے کیوں کہ اگر دیا گیا ہوتا تو پھر خدا پاک اپنی کتاب میں ان کی طرف مخاطب ہو کر یہ نہ فرماتا کہ:

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ﴾ (الانعام، آیت: ۵۰) | ترجمہ: کہہ دے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ غیب کی بات کو جانتا ہوں آہ۔

نیز فقہاء علیہم الرحمۃ علم غیب کو خدا جل شانہ، کا خاصہ تحریر نہ کرتے۔ چونکہ عوام الناس نہیں جانتے کہ خاصہ کہتے ہی کس کو ہیں؟ اس وجہ سے وہ دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ خاصۃً اشیٰ ما یوجد فیہ دلا یوجد فی غیرہ، انہوں نے کبھی سنا نہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ چیز کا خاصہ دہی امر ہوتا ہے جو صرف اس میں پایا جائے اور اس کے سوا اور کسی میں نہ پایا جائے اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ اصطلاح شرع میں علم غیب کے کیا معنی ہیں؟ صرف لغوی معنی سن کر دھوکہ میں پڑے پھرتے ہیں۔

اقول جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ علماء معتبرین کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما سیکون کا عطا فرمایا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے:-



يقول قام فينا النبي صلى الله عليه وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم. (بخاری، باب بدء الخلق، ۳۲۵).  
ترجمہ: حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا اور ہمیں آغاز آفرینش سے لیکر، اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے تک اور اہل جہنم کے جہنم میں داخل ہونے تک کے جملہ احوال سے مطلع فرما دیا۔

اور احمد بن محمد خطیب قسطلانیؒ نے ارشاد الساری میں حدیث مذکور کی شرح میں لکھا ہے:-

ودلّ ذلك على أنّه صلى الله عليه وسلم اخبر بجميع احوال المخلوقات منذ ابتداء ت إلى ان تغنى، إلى ان تبعث، وهذا من خوارق العادات ففيه تيسر القول الكبير في الزمن القليل آه.  
ترجمہ: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوقات کے تمام احوال سے مطلع فرما دیا، ابتداء سے فنا تک، بلکہ دوبارہ زندہ ہونے تک، یہ چیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے، یہ چیز تھوڑے وقت میں بہت زیادہ گفتگو کا میسر ہو جاتا ہے۔

اور مسلم شریف کتاب الفتن وارشاد الساعۃ جلد ثانی میں حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس فاخبرنا بما كان وبما هو كائن.  
ترجمہ: حضرت ابو زیدؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی، پھر آپ منبر پر چڑھے، پس خطاب فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا، آپ منبر سے اترے، نماز ظہر پڑھائی، پھر منبر پر چڑھے پس خطاب فرمایا، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا، آپ منبر سے اترے، نماز عصر پڑھائی، پھر منبر پر چڑھے پس خطاب فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اس خطاب میں آپ نے بتلایا وہ کچھ جو ہوا ہے اور ہونے والا ہے۔

اور اسی طرح مسلم شریف میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے:-

قال اخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم بما هو كائن إلى يوم القيامة (كتاب الفتن وارشاد الساعۃ).  
ترجمہ: حضرت حذیفہؓ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کچھ بتلایا جو قیامت تک ہونیوالا ہے۔

اور حافظ محی الدین بغویؒ نے اپنی تفسیر معالم التنزيل (سورہ الرحمن آیت ۳، ۴) میں لکھا ہے:-

قال ابن كيسان خلق الانسان يعني محمداً صلى الله عليه وسلم علمه البيان يعني بيان ما كان وما يكون لانه صلى الله عليه وسلم كان يبين عن الاولين والآخرين وعن يوم الدين.  
ترجمہ: اللہ نے انسان کامل یعنی حضرت محمد کو پیدا کیا اور انہیں سکھایا ما کان وما يكون کا بیان، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولین اور آخرین کے بارے میں نیز روز جزاء کے بارے میں خوب بیان فرمایا کرتے تھے۔

اور انہی حافظ محی الدین بغویؒ نے تفسیر معالم التنزيل (آل عمران، آیت ۱۷۹، المائدہ: ۱۰۱) میں مزید لکھا ہے:-

قال السدي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عرضت على امتي في صورها في الطين كما عرضت على آدم واعلمت من يؤمن بي ومن يكفر بي فبلغ ذلك المنافقين فقالوا استهزاء زعم محمد (صلى الله عليه وسلم) انه يعلم من يؤمن به ومن يكفر، ممن لم يخلق بعد، ونحن معه وما يعرفنا فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام على المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال ما بال اقوام طعنوا في علمي، لا تسئلوني عن شيء فيما بينكم وبين الساعة إلا انباتكم به  
ترجمہ: حضرت سدیؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کی صورتیں (جبکہ وہ ابھی مٹی میں تھیں) پیش کی گئیں اور مجھے بتلایا گیا جو ایمان لائے گا اور جو کفر کرے گا، آنحضور کی یہ بات منافقوں تک پہنچی تو وہ استہزاء کے طور پر کہنے لگے کہ حضرت محمدؐ کا دعویٰ ہے کہ مومن اور کافر کے بارے میں انہیں علم ہو گیا جبکہ وہ لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے مگر ہم آپ کے ساتھ رہتے ہیں، ہمارے بارے میں علم نہ ہو سکا، ان کی یہ بات رسول اللہ تک پہنچی، پس آپ



فقام عبد الله ابن حذافة السهمي فقال  
من ابي يارسول الله صلعم قال حذافة  
فقام عمر فقال يارسول الله صلى الله  
عليه وسلم رضينا بالله رباً وبلاسلام ديناً  
وبالقرآن اماماً وبك نبياً فاعف عنا عفى  
الله عنك فقال النبي صلى الله عليه  
وسلم فهل انتم منتهون؟

منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء کے  
بعد فرمایا، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے علم  
کے بارے میں طعن زنی کا ارتکاب کیا ہے،  
تم لوگ مجھ سے سوال نہ کرو گے اس وقت  
سے لیکر قیامت تک پیش آنے والی کسی چیز  
کی بابت، مگر میں تمہیں اس کا جواب دوں  
گا، پس ابن حذافہ کھڑے ہوئے اور پوچھا  
کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا، حذافہ، پس حضرت عمرؓ کھڑے  
ہوئے اور عرض کرنے لگے، ہم راضی ہیں  
اللہ کو اپنا رب مان کر، اسلام کو اپنا دین مان  
کر، قرآن کو اپنا پیشوا مان کر اور آپ کو اپنا  
نبی مان کر، پس آپ ہمیں معاف فرما دیں،  
پس حضورؐ نے فرمایا کیا اب تم لوگ باز آنے  
والے ہو؟

مسلم شریف، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثر سوالہ جلد ثانی میں حضرت  
انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن انس سألوا نبی اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم حتی احفوه بالمسألة فخرج ذات  
یوم فصعد المنبر فقال سلونی لا تسئلونی  
عن شیء إلا یبئنه لكم فلما سمع ذلك  
القوم ازموا ورهبوا ان یسألوه ان یکون  
بایدی امر قد حضر قال انس فجعلت  
التفت یمیناً وشمالاً فإذا کل رجل لاق  
رأسه فی ثوبه یمکی فانشأ رجل من  
المسجد کان یلاحی فیدعی بغیر ابیه  
ترجمہ: حضرت انسؓ راوی ہیں کہ لوگوں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ  
سوالات کرنے شروع کر دیئے تو ایک دن  
آپ تشریف لائے، منبر پر چڑھے اور فرمایا،  
پوچھو مجھ سے! تم جو کچھ بھی پوچھو گے، میں  
اس کا جواب دوں گا، حب لوگوں نے یہ سنا  
تو ڈرے کہ کہیں ایسی بات نہ پوچھ بیٹھیں کہ  
ان کا کچا چٹھا سامنے آ جائے، حضرت انسؓ  
کہتے ہیں کہ میں نے دائیں بائیں نظر دوڑائی  
تو دیکھا کہ ہر آدمی کپڑے میں منہ چھپا کے

فقال یا نبی اللہ من ابي قال أبوک حذافة  
ثم انشأ عمر بن الخطاب فقال رضينا  
بالله رباً وبلاسلام ديناً وبمحمد صلعم  
رسولاً عائذاً بالله من سوء الفتن فقال  
رسول الله صلى الله عليه وسلم لم أر  
كالیوم قط فی الخیر والشر، انی صورت  
لی الجنة والنار فرأیتهما دون هذا  
الحائط.

رو رہا تھا، ایک شخص نے، جس کی ولدیت  
کے بارے میں لوگ چہ میگوئیاں کرتے  
تھے، کھڑے ہو کر پوچھا میرا باپ کون ہے؟  
آپ نے فرمایا، حذافہ، پس حضرت عمرؓ  
کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم راضی  
ہیں اللہ کو رب مان کر، اسلام کو اپنا دین  
مان کر اور حضرت محمدؐ کو رسول مان کر، ہم  
اللہ کی پناہ چاہتے ہیں فتنوں کے شر سے،  
رسول خداؐ نے فرمایا کہ خیر و شر کے لحاظ سے  
آج کے دن جیسا دن میں نے پہلے نہیں  
دیکھا، جنت اور دوزخ میرے سامنے پیش  
کئے گئے، پس میں نے انہیں اس دیوار کے  
برابر دیکھا۔

اور اسی مسلم شریف، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثر سوالہ، جلد ثانی میں  
حضرت ابو موسیٰ اشعرئ سے روایت ہے:

سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اشیاء  
کرهها فلمّا أکثر علیہ غضب ثم قال  
للناس سلونی عما شئتم فقال رجل من  
ابی. قال أبوک حذافة آخر فقال من  
ابی، قال أبوک سالم مولی شیبہ.  
(بخاری باب الاعتصام، ۲۱۵۱).

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعرئؓ راوی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ چیزوں  
کی بابت سوالات پوچھے گئے جنہیں آپ  
نے پسند نہ فرمایا، جب سوالات کی کثرت  
ہوئی تو آنحضورؐ غصا ہوئے اور فرمایا، پوچھو جو  
چاہو! ایک شخص نے کہا، میرا باپ کون ہے؟  
فرمایا، حذافہ! دوسرے نے پوچھا، میرا باپ  
کون ہے؟ فرمایا سالم مولی شیبہ۔

اور بخاری شریف میں روایت ہے:



عن انس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم حين زاغت الشمس فصلى الظهر فلما سلم قام على المنبر فذكر الساعة وذكر أن بين يديها أموراً عظيماً ثم قال من أحب أن يسأل عن شيء فليسئل عنه فوالله لا تسئلوني عن شيء إلا أخبرتكم به ما دمت في مقامى هذا قال انس فأكثر الناس البكاء وأكثر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقول سلوني فقال انس فقام إليه رجل فقال اين مدخلى يا رسول الله فقال النار فقام عبد الله بن حذافة فقال من أبى يا رسول الله قال أبوك حذافة قال ثم أكثر ان يقول سلوني سلوني. (بخارى، كتاب الاعتصام حديث نمبر ۲۱۵۳)۔

اور حافظ محی السنہ بغوثی نے تفسیر معالم التنزیل میں سورہ البقرہ، آیت ۱۲۳ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے:

قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً بعد العصر فما ترك شيئاً إلى يوم القيامة إلا ذكره في مقامه ذلك حتى إذا كانت الشمس على رؤس النخل واطراف الحيطان فقال اما أنه لم يبق من الدنيا فيما مضى منها إلا كما بقى من يومكم هذا، ألا وإن هذه الأمة توفى سبعين أمة هي أخيرها وأكرمها على الله تعالى.

اور تفسیر روح البیان میں سورہ الانعام، آیت ۵۰ میں لکھتے ہیں:

فانه صلى الله عليه وسلم يخبر عما مضى وعما يكون باعلام الحق وقد قال عليه الصلاة والسلام ليلة المعراج قطرت في حلقي قطرة فعلمت بها ما كان وما سيكون فمن قال ان النبي صلى الله عليه وسلم لا يعلم الغيب فقد اخطأ فيما اصاب.

اور تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ:-

در بحر الرائق مفیر مابند کہ آں علم ما کان وما سیکون است کہ حق سبحانہ در شب اسری بدار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش بودم کہ قطرہ در حلق من ریختہ فعلمت بها ما کان وما سیکون پس دانستم آنچه بود و آنچه خواہد بود۔

اور حضرت علامہ امام شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں لکھا ہے۔

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کی جود سے ہے دنیا اور آخرت، اور آپ کے علوم سے ہے، علم لوح اور قلم کا۔

اور امام محی الدین محمد بن مصطفیٰ المعروف بشیخ زادہ نے شرح قصیدہ مذکورہ میں لکھا ہے:-



والعلم اما بمعناه أو بمعنى المعلوم أي من معلوماتك المعلومات الحاصلة منهما وَلَعَلَّ اللَّهَ أَطْلَعَهُ عَلَى جَمِيعِ مَا فِي السُّوْحِ وَزَادَهُ أَيْضاً لَانَ السُّوْحِ وَالْقَلَمُ مَتَنَاهِيَانِ فَمَا فِيهِمَا مَتْنَاهُ وَيَجُوزُ احاطة المتناهي بالمتناهي، هذا على قدر فهمك وأما من اكتسحت بصيرته بالنور الالهي فيشاهد بالذوق ان علوم السُّوْحِ والقلم جزء من علومه كما هي جزء من علم الله سبحانه لأنه عليه الصلوة والسلام عند الانسلاخ عن البشرية كما لا يسمع ولا يبصر ولا يبطش ولا ينطق إلا به جلّت قدرته وعمت نعمته كذلك لا يعلم إلا بالعلم الذي لا يحيطون بشيء منه إلا بما شاء كما اشار إليه بقوله وعلمك ما لم تكن تعلم. (ص ۲۱۹).

ترجمہ: علم کا معنی یا تو جانا ہے یا اس سے مراد معلومات ہیں، یعنی آنحضورؐ کی معلومات میں سے ہیں وہ معلومات جو کہ لوح میں درج ہیں، یہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو لوح کی معلومات سے زیادہ معلومات مرحمت فرمائی ہوں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ لوح و قلم تو متناہی ہیں ہی، جبکہ متناہی کا، متناہی کو احاطہ کرنا بھی ممکن ہی ہے، یہ بات تو فہم عمومی کے مطابق تھی، مگر جس شخص کی بصیرت کو نور الہی سے منور کر دیا گیا ہو تو وہ اپنے ذوق سے مشاہدہ کرتا ہے کہ لوح و قلم کے علوم، آنحضورؐ کے علوم کا بعض ہیں جیسا کہ وہ (علوم لوح و قلم اور علوم نبوی) اللہ تعالیٰ کے علم کا بعض ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عوارض بشریہ سے انسلاخ کے وقت، اللہ تعالیٰ کے سمع، بصر، بطش اور نطق کا مظہر ہوتے ہیں، تو اس وقت اس کے علم کے بھی مظہر ہوتے ہیں، جس قدر کہ اللہ تعالیٰ چاہے، چنانچہ فرمایا ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾، وہ اللہ کے علم کا احاطہ نہیں کرتے مگر بتنا اللہ چاہے، جیسا کہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾، اس ذات علام الغیوب نے آپؐ کو سکھایا وہ کچھ جو آپؐ نہیں جانتے تھے۔ (نیز فرمایا ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيماً﴾)

اور فاضل کامل عمر بن احمد الخربوئی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح قصیدہ مذکور میں لکھا ہے۔

قال الشعراني في كتاب اليواقيت والجواهر فان قلت هل اطلع احد من الاولياء على عدد الحوادث التي كتبها القلم على اللوح إلى يوم القيامة فالجواب قال الشيخ في الباب الثامن والسبعين بعد المائة من الفتوحات المكية نعم انا ممن اطلعه الله على ذلك، قال الشيخ اطلعن الله على عدد امهات أم الكتاب وهي مائة ألف نوع وتسعة وعشرون ألف نوع وستمائة نوع وكل نوع منها يحتوي على علوم. (صفحة ۲۱۹).

ترجمہ: عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اليواقيت والجواهر میں لکھا ہے، پس اگر آپ پوچھیں کہ کیا کوئی ولی ان حوادث متعددہ پر مطلع ہوا ہے جنہیں قلم نے لوح پر تاقیام قیامت لکھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے باب ۱۶۸ میں لکھا ہے کہ ہاں! میں ان میں سے ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس امر پر مطلع فرمایا، مجھے اللہ تعالیٰ نے امہات ام الکتاب متعددہ پر مطلع فرمایا جن کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار اور چھ سو انواع ہے۔ ان میں سے ہر نوع علوم کثیرہ پر مشتمل ہے۔

اور علامہ خربوئی مزید لکھتے ہیں:-

ثم اعلم ان العلم مصدر مضاف إلى فاعله أي علم اللوم والقلم بالاشياء فاحتاج إلى القول بان لهما ادراكاً وشعوراً وقيل انه مضاف إلى المفعول أي علم الناس باللوحة وقيل ان الله اطلعه عليه الصلوة والسلام على ما كتب القلم في اللوح المحفوظ وزاده أيضاً لان اللوح والقلم متناهيان فما فيهما متناهٍ ويجوز احاطة المتناهي بالمتناهي قال شيخ زاده هذا على قدر فهمك وأما من اكتسحت بصيرته بالنور الالهي فيشاهد بالذوق ان علوم اللوح والقلم جزء من علومه كما

ترجمہ: پھر جان لو! کہ (الف) علم مصدر ہے اور اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے یعنی لوح و قلم کا اشیاء کو جاننا، اس صورت میں لوح و قلم کیلئے ادراک اور شعور ماننا ہوگا۔ (ب) علم اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے، یعنی لوگوں کا لوح و قلم کو جاننا۔

کہا گیا ہے کہ جو کچھ قلم نے لوح پر لکھا، اللہ تعالیٰ نے اس پر آنحضورؐ کو اطلاع بخش دی، اور مزید آگہی بھی بخشی، کیونکہ لوح و قلم متناہی ہیں تو جو کچھ علم ان میں ہے، وہ بھی متناہی ہے، لہذا متناہی، متناہی کا احاطہ کر سکتا ہے، شیخ زاده نے فرمایا، یہ بات تو فہم عمومی



ہی جزء من علم اللہ سبحانہ۔ وحاصل  
المعنی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو  
الواسطة فی افاضۃ المنح المتعلق  
بالظاہریات أو الباطنیات من المبدء  
الأول فی الکائنات العلویۃ والسفلیۃ۔  
(صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰)۔

کے مطابق تھی مگر جس شخص کی بصیرت کو نور  
الہی سے منور کر دیا گیا ہو تو وہ اپنے ذوق  
سے مشاہدہ کرتا ہے کہ لوح و قلم کے علوم،  
آنحضورؐ کے علوم کا بعض ہیں جیسا کہ وہ  
(علوم لوح و قلم اور علوم نبوی) اللہ تعالیٰ  
کے علم کا بعض ہیں۔

حاصل معنی یہ ہے کہ مبداء اول سے کائنات  
علویہ اور سفلیہ میں جو افاضہ جوہ و عطاء  
بمعلق ظاہریات و باطنیات، وقوع پذیر ہے،  
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس میں واسطہ  
اور وسیلہ ہیں۔

اور امام شیخ ابراہیم باجوڑیؒ نے شرح قصیدہ مذکورہ میں لکھا ہے:-

فان قبل إذا کان علم اللوح والقلم بعض  
علومہ صلی اللہ علیہ وسلم فما البعض  
الآخر أجبب بان البعض الآخر هو ما  
اخره اللہ من احوال الآخرة لان القلم  
إنما کتب فی اللوح ما هو کائن الی یوم  
القیامۃ کما تقدم فی الحدیث۔  
ترجمہ: اگر کہا جائے کہ جب لوح و قلم کا علم،  
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا بعض ہے،  
تو دوسرا بعض کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے  
کہ دوسرا بعض وہ ہے جس کے بارے میں اللہ  
تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو احوال آخرت کی بابت  
اطلاع فرمائی ہے، کیونکہ لوح میں تو قیامت تک  
کے احوال ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

اور علامہ شیخ خالد ازہری نے شرح قصیدہ بروہ میں لکھا ہے:-

وعلم اللوح والقلم من علمک وانت  
الحقیق بذلک والمعوّل فی الشفاعۃ  
علیک ولا اقطع رجائی منک۔  
ترجمہ: لوح و قلم کا علم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے علم کا حصہ ہے، آپ اسی کے حقدار ہیں،  
شفاعت میں آپ پر بھروسہ ہے میں آپ  
سے اپنی امید منقطع نہیں کروں گا۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے شرح قصیدہ مذکورہ میں لکھا ہے:-

وكون علمهما من علومه صلى الله عليه  
وسلم ان علومه صلى الله عليه وسلم  
تتفرع إلى کلیات والجزئیات وحقائق  
ودقائق وعوارف ومعارف يتعلق بالذات  
والصفات وعلمهما یكون سطرًا من  
سطور علمہ ونہراً من بحورہ صلی اللہ  
علیہ وسلم۔  
ترجمہ: علم لوح و قلم، علوم محمدی کا ایک حصہ  
ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم،  
کلیات، جزئیات، حقائق، دقائق، عوارف اور  
معارف پر متفرع ہوتے ہیں، جن کا تعلق  
ذات اور صفات سے ہے، علم لوح و قلم، علوم  
محمدی کے سطور میں سے ایک سطر ہے اور آپ  
کے علمی سمندروں میں سے ایک نہر ہے۔

اور قصیدہ ہمزہ میں لکھا ہے:-

لک ذات العلوم من عالم الغیب  
ترجمہ: عالم الغیب جلّ جلالہ و عظم نوالہ کی طرف سے آپ کیلئے ذات العلوم ہے  
جبکہ آدم علیہ السلام کے لئے صرف اسماء ہیں۔  
اور امام فاضل شیخ سلیمان جملؒ نے حاشیہ قصیدہ ہمزہ میں لکھا ہے:-

لان اکثر علوم نبینا صلی اللہ علیہ وسلم  
تتعلق بالمغیبات بدلیل فعلمت علم  
الاولین والآخرین فی الحدیث المشہور  
ولانہ اختص بہ صلی اللہ علیہ وسلم من  
حیث الاحاطۃ، لعلمہ علیہ السلام  
بالکلیات والجزئیات فلا ینافی ذلک  
اطلاع اللہ تعالیٰ لبعض خواصہ علی کثیر  
من المغیبات۔  
ترجمہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر  
علوم کا تعلق مغیبات سے ہے، کیونکہ حدیث  
مشہور میں ہے کہ ”پس مجھے اولین اور آخرین کا  
علم سکھایا گیا“ نیز آنحضورؐ کو بلحاظ احاطہ (غیب  
اضافی) اس کا اختصاص حاصل ہے کیونکہ آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلیات اور جزئیات کو  
شامل ہے، یہ اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ  
اپنے بعض خاص اولیاء کو کافی مغیبات پر  
(بذریعہ کشف) اطلاع عطا فرما دے۔

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء معتبرین کا یہی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما سیکون کا عطا کیا گیا ہے، اس بارے میں ہم اور بھی بہت  
حوالہ جات اور نقول پیش کر سکتے ہیں مگر خوف طوالت کے باعث انہیں پس انداز کر کے  
رسالہ کی حقیقت کا آغاز کرتے ہیں۔



جناب طبیب صاحب! سب سے اول آپ یہ بات یاد رکھیں کہ غیب دو قسم ہے (۱) مطلق (۲) اضافی، غیب مطلق وہ ہوتا ہے جو غائب علی سبیل الاستقلال ہو یعنی اس پر کوئی دلیل قائم نہ کی گئی ہو، نہ ہی وہ حواس یا بدہت عقل کے ذریعہ معلوم ہو سکتا ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس پر کسی کو مطلع فرمایا ہو بلکہ وہ مستقل طور پر خفی اور پوشیدہ ہو، اضافی وہ ہوتا ہے جو بالاستقلال غیب نہ ہو بلکہ حجابات ذبیہ یا حسیہ کے حائل ہونے کی وجہ سے پوشیدہ ہو اس پر کوئی دلیل قائم کی جاسکتی ہو، وہ بذریعہ رفع حجاب، بذریعہ نصب دلیل اور بذریعہ اعلام الہی معلوم یا مشہود ہو سکتا ہو۔

اب آپ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ وہ علم غیب جو ذات باری عز اسمہ کے ساتھ مخصوص ہے وہ غیب مطلق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ماکان و مایکون کا علم عطا کیا گیا ہے وہ علم غیب اضافی ہے۔  
رحم الشہاب علی ابن عبد الوہاب میں جو کہ مکہ مکرمہ کے علماء کرام نے تصنیف فرمائی ہے، لکھا ہے:-

والغیب الخاص بہ تعالیٰ هو الغیب المطلق لا الغیب الاضافی وعلم تمام السوح المحفوظ غیب اضافی ثبت محفوظ کا غیب اضافی ہے جو آنحضور کو حاصل حصولہ لغیرہ تعالیٰ، لیس غیباً مطلقاً کما هو مصرح فی کتب الحدیث والتفسیر۔  
ترجمہ: جو علم غیب، اللہ کا خاصہ ہے وہ غیب مطلق ہے نہ کہ غیب اضافی، علم تمام لوح محفوظ کا غیب اضافی ہے جو آنحضور کو حاصل ہے، یہ غیب مطلق نہیں ہے جیسا کہ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں تصریح موجود ہے۔

اب آپ ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ یہ بات کہ ”اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو کل غیب اضافی کا علم دیدیا ہے۔“ تو اگر کل سے مراد تمام علم لوح محفوظ ہے تو کچھ مضائقہ نہیں، کیونکہ بعض علم لوح محفوظ پر تو حضرات اولیاء کرامؑ کو بھی اطلاع دی گئی ہے جیسا کہ حضرت شیخ اکبرؒ کا فرمان وقیح الثانی قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:-

العارف ینجذب الی حین الحق فیصیر عبد اللہ فیتجلی لہ کل شیء۔  
ترجمہ: عارف، بارگاہ حق کی طرف کھینچ جاتا ہے پس وہ ولی، اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ بن جاتا ہے، پس اس کیلئے ہر (ہر اضافیہ/تعلیمیہ ہے) شیء منکشف ہو جاتی ہے۔

لہذا انکار ”علم تمام لوح محفوظ“ کا بنسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محض تعصب ہوگا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:-

فرأیتہ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدتہ برد اناملہ بین ثدیّ فتجلی لی کل شیء وعرفت۔ (احمد، ترمذی، مشکوٰۃ باب المساجد)۔  
ترجمہ: پس میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا، حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس ہر شیء میرے سامنے جلوہ گر ہوئی، اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔ (یہاں ”کل“ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے کیونکہ قرائن کثیرہ اس پر شاہد ہیں)۔

جناب طبیب صاحب! اُن چالاک بھائیوں سے پوچھیں کہ وہ آیت شریفہ کا یہ ترجمہ کیسے کرتے ہیں کہ ”کہہ دو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی بات کو جانتا ہوں“؟ جبکہ لا اعلم الغیب کے جملہ میں جو لفظ لا کا واقع ہوا ہے نفی مدخول کیلئے نہیں بلکہ لا اقول کی نفی کو یاد دلانے کیلئے ہے جیسا کہ تفسیر جلالین سورہ الانعام، آیت ۵۰ میں لا اور اعلم کے درمیان اتنی کا لفظ بڑھا کر اشارہ کیا ہے لکھتے ہیں:-

ولا آتٰی اعلم الغیب ما غاب عنّی ولم یوحَیّ الّٰی۔  
ترجمہ: اور نہ یہ کہتا ہوں کہ جو غیب میری طرف وحی نہیں کیا گیا، اسکو جانتا ہوں۔

اور شیخ سلیمان جملؒ نے جلالین کے حاشیہ میں لکھا ہے:-

ولا اعلم الغیب، معطوف ”علیٰ عندی“ ولا اعلم معطوف ہے ”علیٰ عندی“ پر لا نافی باعادة النافی کما اشارَ الّٰیہ المفسرُ بما کی تکرار کے ساتھ، جیسا کہ مفسر نے آتی مقدّر مان کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور تفسیر مدارک التنزیل میں لکھا ہے:-



ومحل لا اعلم الغیب النصب، عطف  
علی محل عندی خزائن اللہ لانه من  
جملة المقول کانه قال لا اقول لکم هذا  
القول ولا هذا القول.  
ترجمہ: لا اعلم الغیب محل کے لحاظ سے منصوب  
ہے، اور عندی خزائن اللہ پر معطوف ہے،  
کیونکہ یہ مقولہ ہے لا اقول کا، نہ کہ قل کا،  
(اسی لئے لا کے بعد انی مقدر ہے) گویا  
کہ یہ فرمایا گیا ہے کہ نہ میں یہ بات کہتا  
ہوں اور نہ یہ بات۔

اور مولانا عصام الدین نے تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں تصریح کی ہے:-

وکلمة لا فی لا اعلم مذکوة للنفی لا  
نافیة ولم يجعل من جملة مقول قل لان  
المقصود نفی دعوی مالکية خزائن اللہ  
ونفی دعوی علم الغیب لیکونا شاهدين  
علی نفی دعوی الاولویت.  
ترجمہ: کلمہ لا، لا اعلم میں، گذشتہ نفی (لا اقول)  
کی یاد دہانی کیلئے ہے، نفی مدخل (اعلم  
الغیب) کیلئے نہیں، کیونکہ یہ قل کا مقولہ نہیں،  
بلکہ لا اقول کا مقولہ ہے، (اسی لئے لا کے  
بعد انی مقدر ہے) اس آیت سے مقصود،  
خزائن اللہ کے ملک علی الاطلاق (بغیر عطاء)  
کے دعویٰ کی نفی نیز علم غیب علی الاطلاق (بغیر  
عطاء) کے دعویٰ کی نفی ہے تاکہ دعوائے  
الوہیت کی نفی پر شاہد ہوں۔

پس معلوم ہوا کہ آپ لوگوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ حقیقت کے مطابق نہیں،  
بلکہ ترجمہ مطابق حقیقت یہ ہے کہ ”میں نہیں کہتا کہ میں جانتا ہوں چھٹی چیز کو“۔

آپ لوگ شاید تفسیر حسینی کے ترجمہ کو دیکھ کر غلطی کا شکار ہوئے ہیں کیوں کہ اس  
میں لکھا ہے کہ ”من میدانم غیب را“ وہ ترجمہ بھی حقیقت کے مطابق نہیں، بلکہ صحیح ترجمہ  
فارسی یہ ہے کہ ”میں گوئیم کہ میدانم غیب، قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فارسی ترجمہ یہ  
لکھا ہے کہ ”میں گوئیم کہ من علم غیب دارم، بہت تعجب ہے کہ آپ نے ان کے ترجمہ کو بھی  
چھوڑ دیا۔

الغرض آیت شریفہ میں اس کلمہ کا یہ مقصود ہے کہ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں خود  
غیب دان ہوں، اس آیت شریفہ سے تو نفی دعویٰ علم غیب ذاتی کی ثابت ہوئی نہ نفی علم  
غیب عطائی کی، لہذا آپ لوگوں کا استدلال باطل ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حالات قبل پیدائش آدم علیہ السلام اور حالات  
عرش بریں کے اور حالات آسمانوں اور زمینوں کے اور حالات بہشت اور اعلیٰ علیین کے  
اور حالات دوزخ اور اسفل السافلین کے اور حالات امم سابقہ کے اور حالات فتنہ وفساد  
کے اور حالات ملاہم اور خروج دجال کے اور نزول عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے اور حالات  
قبر وحشر و نشر کے اور حالات میدان قیامت کے اور حالات نعم بہشت اور نعم دوزخ کے جن  
سے کتب احادیث بھری ہوئی ہیں سب کے سب بیان فرما دیئے ہیں، یہ سب غیب کی  
باتیں ہیں۔

اب آپ لوگ ان تفصیلات مذکورہ بالا مندرجہ درکتب احادیث کے باوجود اپنے  
خود ساختہ ترجمہ کا جو جواب دیں گے، ان علماء اہل سنت کی طرف سے جنہوں نے فرمایا  
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ماکان وما یون کا عطا کیا گیا ہے، ان کی طرف  
سے بھی وہی جواب سمجھیں۔

افسوس! یہ طبیب صاحب، چنداں علوم شریفہ اور فنون وقیعہ سے بہرہ نہیں رکھتے  
تاکہ علم کے معنی میں اور غیب کے معنی میں کچھ بحث کی جاتی، لیکن مجبور ہو کر خاصہ کی  
بابت کچھ بیان کیا جاتا ہے کیوں کہ خاصہ کی بحث انہی چالاک بھائیوں نے چھیڑی ہے۔

جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ خاصہ محمول ہوا کرتا ہے  
اور حمل کئی قسم پر ہے اور خاصہ لازم اور مفارق اور لازم الماہیت اور لازم الوجود خارجی  
اور لازم الوجود الذہنی اور لازم بین اور غیر بین ہوتا ہے۔ نیز بین اور غیر بین بالمعنی الاعم  
اور بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔ لہذا آپ فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما  
یون کا علم حاصل ہونا کون سے خاصہ الہیہ کے منافی ہے؟ تاکہ ہم اس پر کلام کریں، نیز  
 واضح ہو کہ خاصہ تو عرضی ہوتا ہے جبکہ ”علم“ صفات اللہ میں سے ہے، اب آپ لوگ جب  
علم الہی کو عرضی کہہ رہے ہیں تو بتائیں کہ کس مذہب پر بنا رکھی ہے؟ نیز آپ لوگ علم  
غیب کو جو خاصہ باری عز اسمہ کہہ رہے ہیں اور استدلال میں خاصہ کی تعریف یعنی ما یوجد  
فیہ ولا یوجد فی غیرہ ذکر کر رہے ہیں، تو بتائیں کہ وجود سے کون سا وجود مراد ہے؟ اور  
ظرفیت سے ظرفیت حقیقی مراد ہے یا مجازی؟ اگر مجازی ہے تو مجاز مستعار ہے یا مرسل؟  
جبکہ مستعار چار قسم ہے اور مرسل چوبیس قسم ہے، اب بتائیں کہ مستعار یا مرسل کی کون سی  
قسم مراد ہے؟



ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ آپ جو کہتے ہیں کہ ہم صرف لغوی معنی سن کر دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ آپ لوگ خود بھی تو آیات کے ترجمہ میں اسی لغوی معنی کو استعمال کرتے ہیں اور اپنے خود ساختہ اصطلاحی معنی کا کسی جگہ ترجمہ آیات اور احادیث میں نشان تک نہیں دیا، شاید آپ لوگ خود ہی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

قال الطیب، سوال، اصطلاح شرع میں علم غیب کے معنی کیا ہیں؟

جواب: ہر ایک غائب شئی کے دائمی محیط علم کو اصطلاح شرع میں علم غیب کہتے ہیں، جیسا کہ کلام اللہ اور کتب احادیث اور کتب فقہ کی عبارات سے جن کو اس رسالہ میں تین فصل پر منقسم کیا جاتا ہے، اظہر من الشمس ہے۔

اقول، طیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ آپ نے جو قبل ازیں ولا علم الغیب کا ترجمہ کیا ہے، اس میں نہ تو ہر ایک شئی کا لفظ استعمال کیا ہے اور نہ دائمی اور نہ محیط ہونے کا کہیں ذکر کیا ہے، اسی طرح باقی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ اور اقوال فقہاء کے تراجم میں کہیں بھی اپنے مذکورہ من گھڑت اصطلاحی معنی کا اشارہ تک نہیں دیا اس کے باوجود اظہر من الشمس کہتے جاتے ہو؟ واہ رے صاحب واہ، آپ لوگ دراصل درج ذیل شعر کا مصداق ہیں جو کہ غلط بیانی اور خلیط بحث کا شاہکار ہے۔

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ بالکل واضح ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ما کان وما یکون کا علم بالدرتج عطا فرما دیا تھا۔

قال الطیب: پہلی آیت شریفہ جو عقیدہ حقہ پر دال ہے: ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ﴾ (سورہ ہود، آیت ۳۱)۔

اقول: طیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ عقیدہ حقہ جو اول باعث تالیف رسالہ ہذا میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب العالمین جل شانہ اپنے محبوب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کا جواب الزامی تعلیم فرما رہا ہے، یعنی ”کہدو میں دعویٰ عندمیت خزان اللہ کا اور دعویٰ غیب دانی کا نہیں کرتا“۔

اگر آپ لوگ علماء اہل سنت کے ترجمہ پر کوئی اعتراض پیش کرنا چاہیں تو مدلل اعتراض پیش کیجئے کیونکہ بغیر دلیل کے کوئی دعویٰ قبول نہیں کیا جاسکتا، ہاں البتہ آپ کے

ترجمہ کی تعلیل پر علماء کرام ٹھوس اور معقول وجوہات قائم کر سکتے ہیں، ان میں سے چند ایک یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ اول، یہ کہ آیت شریفہ میں نفی دعویٰ علم غیب کی ہے، جیسا کہ حوالہ جات پیش کئے جا چکے ہیں، نہ کہ نفی علم غیب کی، جبکہ نفی دعویٰ علم اشئی اور نفی علم اشئی میں بہت فرق ہے۔ ان دونوں میں تلازم کسی وجہ سے بھی نہیں، خصوصاً جواب الزامی کے موقعہ پر، لہذا آپ کا ترجمہ جو کہ نفی علم غیب پر مبنی ہے، درست ثابت نہ ہوا۔

دوسرا یہ کہ وہ چالاک بھائی خود قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قدر مغیبات پر اطلاع ہے، لہذا ہم کہیں گے کہ اب جو جواب آپ لوگ اپنے ترجمہ سے دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے بھی سمجھیں، کیونکہ آپ کا ترجمہ ”اور نہ غیب کی بات کو جانتا ہوں“ خود آپ کے عقیدہ کے بھی خلاف ہو گیا ہے۔

تیسرا یہ کہ علماء کرام کہیں گے کہ ”ولا علم الغیب“ کے بعد ”إِلَّا مَا عَلِمْنِي رَبِّي“ مقدر ہے، اس کا قرینہ قول باری تعالیٰ: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ ہے، اور دوسرا قرینہ قول باری تعالیٰ: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ ہے اور تیسرا قرینہ وہ احادیث کثیرہ ہیں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اور جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

چونکہ ان بھائیوں کو اتباع مفسرین کا دعویٰ ہے لہذا نفی علم غیب کا محمل واضح کرنے کے لئے چند نقول پیش کی جا رہی ہیں۔

علامہ اسماعیل حقانی اپنی تفسیر روح البیان سورہ ہود، آیت ۳۱ میں رقم طراز ہیں:۔  
ولا اعلم الغیب إلا باعلامہ | ترجمہ: اور میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ کے بتلانے سے۔

علامہ نیشاپوری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:  
”لا اعلم الغیب“ تھوکن فیہ دلالتہ علی ان | ترجمہ: لا اعلم الغیب میں اس امر کی دلیل الغیب بالاستقلال لا یعلمہ إلا اللہ | ہے کہ غیب بالاستقلال یعنی غیب مطلق اللہ (سورہ الانعام، آیت ۵۰)۔  
کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قاضی بیضاوی اپنی تفسیر انوار التقریل میں لکھتے ہیں:۔



(ولا اعلم الغیب) ما لم یوح الی ولم  
ترجمہ: میں غیب نہیں جانتا جب تک میری  
طرف وحی نہ کی جائے اور غیب پر دلیل قائم  
نہ کی جائے۔

اور تفسیر خازن میں ہے:-

المعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ  
ترجمہ: معنی یہ ہے کہ میں اس وقت تک  
غیب نہیں جانتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے  
اطلاع نہیں دیتا۔

صاحب تفسیر جلالین نے آیت زیر نظر میں الغیب کا مراد مفہوم واضح کرتے  
ہوئے لکھا ہے:-

ولا انی اعلم الغیب ما غاب عنی ولم  
ترجمہ: میں اس غیب مطلق کو جاننے کا دعویٰ  
نہیں کرتا جو مجھ سے غائب ہو اور میری  
طرف وحی نہ کیا گیا ہو۔

علامہ اسماعیل حنفی نے روح البیان میں اس آیت کو جواب الزامی قرار دیتے  
ہوئے لکھا ہے:-

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ أَمْرُ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم ان یکلم الکفار علی قدر عقولهم  
وسلم کو حکم فرمایا کہ کفار سے ان کی عقل کے  
فقال قل لا اقول لكم عندی خزائن الله،  
مطابق بات چیت کریں، چنانچہ ارشاد باری  
ہوا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں نہیں بتلاتا  
کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں،  
باوجودیکہ وہ میرے پاس ہیں لیکن تمہیں  
بتلاتا نہیں، (کیونکہ اذن نہیں ہے)۔

اور اسی تفسیر روح البیان میں ہے:-

فانه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يخبر عما  
ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے  
مضیٰ وعما سیکون باعلام الحق وقد قال  
بتلانے سے گزشتہ اور آئندہ کے احوال بتلایا

عليه الصلوة والسلام ليلة المعراج  
ترجمہ: میرے خلق میں ایک فطرہ پکایا گیا پس میں  
فطرث فی حلقی قطرة فعلمت ما كان  
نے ماکان وما یكون کو جان لیا، پس جو کہتا  
وما سیکون فمن قال ان نبی اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم لا یعلم الغیب فقد اخطا  
ہے کہ آپ غائب امور کی بابت علم نہیں  
فیما اصاب. ولا اقول لكم انی ملک  
رکھتے تھے اس نے خطا کی، جہاں اس کی  
وان کنت عبرت عن مقام الملک حين  
پہنچ ہوئی، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں  
قلت لجبرئیل تقدم فقال لو دنوت انملة  
فرشتہ ہوں، اگرچہ میں مقام ملک سے بہت  
لا حترقت. (سورہ الانعام، آیت ۵۰)۔  
آگے عبور کر چکا ہوں جب میں نے جبریل  
سے کہا آگے چلو تو اس نے کہا کہ

اگر یک سرموئے برتر پریم فروغ تھکلی بسوزد پریم

اس ساری طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ لا اعلم الغیب کی تشریح میں اس فقیر  
نے جو کہا ہے کہ یہاں ”الا ما علمنی ربی“ مقدر ہے، نیز ہی مفسرین کرام نے جو اس کو نفی  
دعوائے علم غیب پر محمول کیا ہے نہ کہ نفی علم غیب پر، نیز اصحاب تفسیر نے ”الا باعلامہ  
تعالیٰ اور الا ان یطلعنی اللہ تعالیٰ“ اور ”ما لم یوح الی ولم یُنصّب علیہ دلیل“ کو جو  
مقدر قرار دیا ہے تو ان سب تعبیرات کی اساس اور بنیاد خود اسی آیت مبارکہ میں موجود ہے  
کیونکہ خود اسی آیت میں ہی فرما دیا گیا ہے کہ ﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ اور اس کے  
بعد مزید فرما دیا گیا ہے کہ ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ﴾، فقیر  
پوری آیت نقل کرتا ہے تا کہ آپ لوگ ایک مرتبہ پوری آیت پڑھ لیں:

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا  
ترجمہ: اے میرے نبی آپ کہہ دیں کہ میں  
أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ  
تم کو نہیں بتاتا کہ میرے پاس اللہ کے  
أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي  
خزانے ہیں اور نہ کہتا ہوں کہ بغیر وحی کے  
الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ﴾  
غیب دان ہوں اور نہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ  
ہوں میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا  
ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے، کیا اندھا اور  
دیکھنے والا برابر ہیں کیا تم غور نہیں کرتے؟

تصریح الہی ﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ صاف بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی



اللہ علیہ وسلم پر وحی الہی کا نزول ہوا، جبکہ یہ امر مسلم ہے کہ وحی الہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک علم الہی کی ترسیل کا ذریعہ بنی، اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب اضافیہ کا مکمل علم عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات و صفات کا عرفان مہبوب فرمایا، آپ کو دنیا اور آخرت کے جملہ امور سے آگہی بخشی، آپ پر اسرار ہدایت اور رموز تعلیم و تربیت افشاء کئے۔ اصول جہاں بانی تعلیم فرمائے، ضابطہ ہائے فصل خصوصیات منکشف کئے اور اس طرح اکمال وحی کا فیضان، تہیان کلی کی صورت میں نمودار ہوا اور تہیان کلی (تہیاناً لکل شیء) کا نتیجہ کمال وضوح کی صورت میں برآمد ہوا، اب آپ لوگ ہی بتائیں کہ کمال وضوح کے بعد خفاء اضافی اور غیب بیت غیر حقیقیہ کا نام و نشان بھی باقی رہ سکتا ہے؟

تذکرہ تنزیل وحی کے بعد کمال مشاہدہ، کمال رؤیت اور کمال بصارت کا تذکرہ فرمایا، ارشاد باری ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ﴾۔ ترجمہ: اے میرے نبی کہہ دیں کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ جل شانہ نے ذات نبی کو البصیر ”دیکھنے والا“ اور دیگر لوگوں کو الاعمی ”ناپیدا“ قرار دیا، اگر اس بصارت سے، عام انسانی بصارت مراد ہوتی تو دوسرے لوگوں کو ”الاعمی“ کیوں کہا جاتا؟ معلوم ہوا کہ ”بصارت نبی“ ایسی بصارت ہے کہ تمام انسانوں کی بصارتیں اس کے مقابلہ میں ”اندھا پن“ ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت تو کروڑوں کہکشاؤں کی وسعت میں خلاق کل کے دیدار تک عروج کر جاتی ہے، آیت ﴿أَفَنصَارُونَ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ﴾ ترجمہ: کیا تم لوگ ان صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے ہو اس امر کی بابت جسے وہ مشاہدہ کرتے ہیں؟ مشاہدہ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لانے والوں کیلئے سخت توحیح ہے۔ بالکل اسی طرح آیت زیر نظر ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ﴾ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو البصیر اور دیگر لوگوں کو آپ کے مقابلہ میں الاعمی تسلیم نہ کرنے والوں کیلئے سخت زجر ہے، یہ واضح رہے کہ سورہ التکویر میں حضرت جبریل کی رؤیت کا ذکر ہے لیکن سورہ النجم میں خالق جبریل کے دیدار کا تذکرہ ہے، زیادہ بحث کی یہاں گنجائش نہیں۔

حضرت علامہ اسماعیل حقّی صاحب تفسیر روح البیان کے قول کہ عندیہ خزائن اللہ اور دعوائے عندیہ خزائن اللہ میں فرق ہے، کی تصدیق مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

دارمی نے اپنی سنن، باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابو موسیٰؓ سے نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

ثم اقبل علی فقال یا ابا موسیٰ انی قد | پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ  
اوتیت بمفاتیح الدنیا۔ | ہوئے اور فرمایا، اے ابو موسیٰؓ مجھے دنیا کی  
چابیاں عطا کی گئیں۔

مسلم (کتاب الفتن واثراء الساعۃ) میں حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ ذُوَى لِّی الْأَرْضِ فَرَأَيْتُ | ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لئے سمیٹ  
مشارفہا ومغاربہا۔“ | دیا، پس میں نے دیکھا زمین کے مشارق کو اور  
زمین کے مغارب کو۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

”وَاعْطِیْتُ الْكَزْنَیْنَ الْاَحْمَرُ وَالْاَبِیْضُ۔“ | ترجمہ: مجھے دونوں خزانے عطا کر دیئے گئے،  
سرخ اور سفید۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ما کان وما سیکون کے بارے میں بخاری شریف اور مسلم شریف اور ان کی شروح اور دیگر حوالہ جات ابتداء رسالہ میں بیان ہو چکے ہیں۔

قال الطیب: ﴿قُلْ لَا أُمْلِكُ لِنَفْسِی نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ  
أَعْلَمُ الْغَیْبِ لَا سَكُنْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِی السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَنَبِیْرٌ لِّقَوْمٍ  
یُؤْمِنُونَ﴾۔ (الاعراف، آیت: ۱۸۸)۔

ترجمہ: کہہ نہیں اختیار رکھتا ہوں اپنی جان کے واسطے نفع اور ضرر کا مگر جتنا چاہے اللہ اور اگر میں ہوتا جانتا غیب کی بات، البتہ بہت لے لیتا میں بھلائی سے اور نہ لگتی مجھ کو برائی۔

اقول: اس آیت شریفہ کو بھی آپ کے عقیدہ کے ثبوت سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ علم الغیب کے بعد بھی الا ما شاء اللہ مضر ہے۔ اس کا قرینہ ماقبل ہے، کیونکہ ﴿قُلْ لَا أُمْلِكُ لِنَفْسِی نَفْعًا وَلَا ضَرًّا﴾ کے بعد الا ما شاء اللہ مذکور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ



کی مشیت تو ہر چیز میں جاری و ساری ہے، لہذا جب بتقریح قرآن کریم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مشیت کی بنا پر اپنے نفع اور نقصان کے مالک ہو سکتے ہیں تو غائب امور کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کی بناء پر کیوں نہیں جان سکتے؟

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور ارادے سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع مغیبات اضافیہ کا علم عطاء فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اللہ تعالیٰ کے اعلام کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالذات عالم غیب نہیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو علم غیب مخصوص بالہباری تعالیٰ ہے وہ غیب مطلق کا علم ہے کیونکہ غیب مطلق وہ ہوتا ہے جو بالاستقلال غائب ہو، اس پر کوئی دلیل نصب نہ کی گئی ہو، اور نہ ہی بذریعہ وحی اس پر مطلع کیا گیا ہو، جبکہ غیب اضافی وہ ہوتا ہے جس پر دلیل قائم کی جاسکتی ہو، جو بداهت عقل اور رفع حجابات کی صورت میں حواس کی گرفت میں آ سکتا ہو یا وہ جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتلا دیا ہو، (غیب اضافی کو مغیبات کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاسکتا ہے)۔

فقیر نے جو کہا ہے کہ الا ما شاء اللہ مضمحل ہے تو اس کی دوسری اساس تقریح قرآنی ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء ہے جس کا ترجمہ ہے اور وہ اللہ کے علم میں سے کسی شئی کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا اللہ چاہے۔

جناب طبیب صاحب! یہ آیت ہمارے اور تمہارے اوپر مشترک الورد ہے کیونکہ آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قدر مغیبات پر اطلاع حاصل ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں آپ نے لکھا ہے کہ ”نہ یہ آنحضرت صلعم کو غیب میں سے بالکل آگاہی دی ہی نہیں گئی، یہ تو صریح آیات کی مخالفت اور صحیح احادیث کا الٹ ہے۔“ لہذا ہم کہیں گے کہ خود آپ کے عقیدے کی رو سے بھی آپ کا ترجمہ کہ ”اگر میں ہوتا جانتا غیب کی بات“ غلط ہو گیا، پس آپ خود اپنے ترجمہ کا جواب دیں۔

آیت زیر نظر کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ سلیمان جمل نے حاشیہ جلالین میں لکھا

ہے۔

لِقَائِل ان یقول قد اخبر صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذلک وهو اعظم من معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فکیف الجمع بینہ و بین قوله تعالیٰ ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر واجیب انہ یحتمل ان یکون قالہ علی سبیل التواضع والادب، المعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ تعالیٰ علیہ و یقدرہ لی و یحتمل ان یکون قال ذلک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علم الغیب فلما اطلعہ اللہ اخبر بہ کما قال فلا یتظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول او یکون خرج هذا الکلام من مخرج الجواب عن سوالہم ثم بعد ذلک اظہرہ اللہ تعالیٰ علی اشیاء من المغیبات فاخبر عنہا۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مغیبات سے آگاہ کرنا تو ایک حقیقت ثابتہ ہے، احادیث میں اس کی تصریحات موجود ہیں، یہ تو آنحضرت کے اعظم معجزات میں سے ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ اس کی تطبیق آیت ولو کنت اعلم الغیب آہ کے ساتھ کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا محمل، تواضع اور ادب بارگاہ ایزدی ہے، یعنی مطلب یہ ہو گا کہ میں غیبی امور کو نہیں جانتا مگر اللہ کے اطلاع کرنے اور اس کے مقدر کرنے سے، دوسرا جواب ہے کہ جب آنحضرت نے لو کنت اعلم الغیب آہ فرمایا تو اس وقت آپ اُن (امتحانی تکالیف جیسے) غیبی امور کو نہیں جانتے تھے، بعد میں جب اللہ نے آپ کو اطلاع بخشی تو آپ نے بھی باخبر فرمایا، جیسا کہ آیت فلا یتظہر علی غیبہ سے مترشح ہوتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت لو کنت اعلم الغیب آہ کفار کے سوالات لا طائل تحتہا کے دفع کرنے کیلئے جواباً نازل ہوئی، بعد ازاں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغیبات پر تدریجاً (یعنی شیناً فشیناً) دسترس عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی بتلا دیا۔ (غیب اضافی کو مغیبات کہا جاتا ہے)۔

علامہ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر القرآن العظیم میں ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِی﴾ کے

تحت لکھتے ہیں:-



امرہ اللہ تعالیٰ ان یفوض الامور الیہ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تعالیٰ وان یشیر عن نفسه انه لا یعلم کو حکم دیا ہے کہ تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے الغیب المستقبل ولا اطلاع له علی شیء سپرد فرمائیں اور اپنے بارے میں کہیں کہ من ذلک الا بما اطلعه اللہ تعالیٰ میں غیب مستقبل کو نہیں جانتا، اور نہ ہی میں (الاعراف، ۱۸۸) اس پر آگاہ ہوں، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر مجھے اطلاع بخشی ہے۔

اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ پچھلی آیت اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور نبی کریم کو کفار مکہ کی باتوں کا جواب تلقین فرمایا گیا ہے۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جن امور کا مطالبہ کر رہے تھے ان کا صدور درحقیقت الوہیت (الہ ہونا) کے زمرے میں آتا ہے۔ کیونکہ وہ جس قسم کی قدرت ذاتیہ کاملہ غیر متناہیہ اور جس قسم کے علم ذاتی کامل غیر متناہی کی نمائش کے متنبی تھے وہ نبوت و رسالت کے دائرے سے ماوراء تھی۔ اس قسم کی قدرت مطلقہ اور علم مطلق تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے، یہی وجہ ہے کہ انہیں یہ نکتہ سمجھانے پر ہی سارا زور دیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت تو اللہ کی مشیت کے تابع اور آپ کا علم اللہ کی عطا کے ماتحت ہے۔

امت عیسویہ کمالات نبوت اور کمالات الوہیت کے مابین فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی ”اعتقاد الہیت مسیح“ کی آفت مہلکہ میں گرفتار ہوئی۔

معلوم ہوا کہ ان آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور قوت کی نفی مقصود نہیں بلکہ نبوت والوہیت کے امتیاز پر دلیل قائم کرنا مطلوب ہے، جیسا کہ مفسرین نے تصریحات فرمائی ہیں۔

حضرت امام بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ میں کیا خوب فرمایا ہے:-

دَعَا مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارَىٰ فِي نَبِيِّهِمْ ترجمہ: چھوڑ دو اس (الوہیت) کو جس کا نصاریٰ نے اپنے نبی میں دعویٰ کیا۔

کفار مکہ کے مطالبہ کی توجیہ ”طلب معجزہ“ سے کی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حکمت الہیہ نے ایمان کو ”مشاہدہ معجزات“ کا محتاج اور تابع نہیں بنایا بلکہ یؤمنون بالغیب فرما کر ایمان بالغیب کی ترغیب دی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہود کے مطالبہ ”لن نؤمن

لک حتیٰ نری اللہ جہرۃ“ کے جواب میں ”فأخذتهم الضعفة“ کا واقعہ ہائیکہ پیش آیا۔ اسی لئے کفار مکہ کے بار بار مطالبوں کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت کے راز ہائے سرستہ کو آشکار نہیں کیا کیونکہ خدا کا یہی حکم تھا۔

دراصل ایمان مقبول عند اللہ وہ ایمان ہے جو فہم سلیم اور ذوق باطنی سے پھوٹتا ہے اسی لئے ایمان وایقان کو تصدیق بالقلب اور انسان کی اپنی منشأ کے ساتھ وابستہ کیا گیا۔ ارشاد ہوا: ﴿مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ﴾ چنانچہ ایمان حقیقی وہ ہے جس نے ذہنی آمادگی اور بے لاگ تفکر و تدبر سے ”نمو“ پایا ہو، اس کے برعکس وہ ایمان کمال انسان اور فخر ولد آدم نہیں جو جبر کی کسی صورت کا مرہون منت ہو، حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

موجب	ایمان	نباشد	معجزات
بوءے	جنسیت	کند	جذب
معجزات	از	بہر	قہر
بوءے	جنسیت	سوئے	دل
قہر	گردد	دشمن	اما
دوست	کے	گردد	بہ
برزند	از	جان	کامل
برضمیر	جان	طالب	چوں
			حیات

ترجمہ: معجزات ایمان کا سبب نہیں ہوتے جنسیت کی خوشبو ہی صفات کو جذب کرتی ہے معجزے تو اسلئے ہوتے ہیں کہ دشمن دب جائے لیکن جنسیت کی خوشبو دل تک پہنچنے کیلئے ہوتی ہے۔ جبر، دشمن تو بناتا ہے مگر دوست نہیں بناتا وہ شخص بھلا دوست کیا ہوگا جو گردن سے پکڑ کر لایا گیا ہو پیغمبر اپنا معجزانہ روحانی اثر براہ راست روح طالب پر ڈالتا ہے، اثر حیات کی مانند۔



یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر وہ معجزے ظاہر فرمائے جو فکر کو ہمیز لگائیں نہ وہ جو کہ تفکر و تدبیر کی جولان گاہ کو محدود بنا دیں، اسی لئے تو حکمت الہیہ نے معجزات کے اندر کسی قدر خفاء اور پوشیدگی کا عنصر شامل کر دیا، تاکہ معجزہ سے، دیکھنے والے میں مجبوری کی کیفیت پیدا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت بالغہ، مطالبات کفار کے عدم ایفاء کا موجب بنی۔

حقیقت یہ ہے کہ ”القدر“ نے اپنی قدرت کو کھلم کھلا، برسر عام بے نقاب و بے حجاب نہ کرنے کا فیصلہ فرمایا ہوا ہے، مگر افسوس ہے کہ ان آیات مبارکہ کو ”قوت و علم نبوی“ کی نفی پر محمول کرنے والے کم فہم انسانوں کا ذہن نارسا، اس حقیقت کا ادراک کرنے سے یکسر قاصر رہا۔

کفار مکہ، جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزوں کا مطالبہ کیا کرتے تھے، تو ان کے اس مطالبہ کی اساس اور بنیاد، دنیاوی لالچ اور مادی منفعت ہوتی تھی، وہ کہتے تھے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے کاروباری نفع و نقصان سے پیشگی آگاہ کر دیں یا ان کیلئے ریگ زاروں کو پلک جھپکنے میں لہلہاتے کھیتوں اور گھنے باغات میں تبدیل کر دیں، تب ہی وہ آپ پر ایمان لائیں گے ورنہ نہیں۔

درحقیقت مطالبہ کفار، کائناتی نظام میں کارفرما ”اسباب مادیہ ظاہرہ“ کی مکمل اور کھلے عام تعطیل کا مطالبہ تھا، مگر چونکہ حکمت الہیہ کا فیصلہ، تسبیب کو بالعموم برقرار رکھنے کا ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمان ”قل لا الہ الا اللہ“ کے ذریعہ مظاہرہ تعطیل اسباب سے روک دیا گیا، اس سے انشاء ”قدرت و علم نبوی“ مستبظ نہیں ہوتا، کیونکہ معجزہ تو ”خلق الہی“ ہوتا ہے اور تعطیل اسباب، تحت القدرۃ الالہیہ ہے۔

اس میں دقیق اور عمیق نکتہ یہ ہے کہ منصب نبوت و رسالت کھیتیاں اگانا اور تجارتی پیش گوئیاں کرنا نہیں بلکہ ”نذارت و بشارت“ ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾۔ مزید نکتہ اس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام تر وقت، آپ کا علم، قوت اور توجہ ”صلاحیت ایمان“ رکھنے والے حضرات ہی کی تعلیم و تربیت اور اصلاح پر خرچ ہونے چاہئیں نہ کہ کفار کے بے سرو پا مطالبات کی تکمیل پر۔

بمصدق قاعدہ ”القرآن یفسر بعضہ بعضاً“ خود قرآن مجید نے بار بار وضاحت کر دی ہے کہ ”امر خارق للعادت“ کے بعد دور کے بعد کفار کیلئے مہلت مناجات اللہ ختم ہو

جائے گی، کیونکہ اتمام حجت کے بعد اصرار علی الکفر، استحقاق عذاب کا موجب ہوتا ہے، جبکہ حال یہ ہے کہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آمد کا مقصد نجات از عذاب ہے، اصلاح احوال ہے، خوش بختی اور تحصیل انعامات ہے، اسی وجہ سے تعمیل ”قل لا الہ الا اللہ“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع، درگزر اور صبر کی روش اختیار فرمائی اور کفار کی جلد بازی، تمسخر اور فرمائش کو پرکاش بھی اہمیت نہ دی۔ اللہ تعالیٰ کی وضع کردہ اور نافذ کردہ اس حکمت عملی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری یا لاعلمی تصور کرنا سخت نامناسب ہے۔

علاوہ ازیں اطلاع علی الغیب کے بکثرت اور برملا مظاہرے میں مخلوق خدا کی عیب کشائی کا امکان ہوتا ہے، اسلئے اس سے اجتناب، حکمت الہیہ کا تقاضا ہے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ان سوالات پر تا اذن الہی، خاموشی، تور یہ یا ملفوف گفتگو فرماتے جس میں کسی قسم کی ”محضیات پر اطلاع“ ہوتی، اس سے عدم اطلاع کا نتیجہ اخذ کرنا نادانی ہے، حافظ محی السنہ بغوثی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل سورہ آل عمران، آیت ۱۷۹ اور سورہ المائدہ، آیت ۱۰۱ میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی صورتیں مجھے دکھا دی گئیں جبکہ وہ ابھی مٹی میں تھے اور مجھے بتلا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا؟ تو منافقین آپس میں کہنے لگے کہ ہماری تو آپ کو خبر نہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ مجھ پر ایمان کون لائے گا، اور کفر کون کرے گا؟ جبکہ ابھی وہ لوگ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے فرمایا، مابال اقوام طعنوا فی علمی؟ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ میرے علم غیب کے بارے میں طنز کا ارتکاب کیا؟ آپ بار بار فرمانے لگے کہ پوچھو مجھ سے، میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا، اب کچھ لوگوں نے سوالات پوچھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ٹھیک ٹھیک جوابات دیئے۔ اس پر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور بار بار آپ سے معافی کے خواہستگار ہوئے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو معاف فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا، کیا تم لوگ اب باز آنے والے ہو؟

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-



عن السدیّ انه قال غضب رسول الله صلى الله عليه يوماً من الايام فقام خطيباً فقال سلوني فانكم لا تسألوني عن شيء الا انبأتكم به فقام إليه رجل من قريش من بنى سهم يقال له عبد الله ابن حذافة وكان يطلع فيه فقال يا رسول الله من أباي؟ فقال أبو بكر فلان فدعاه لابيهِ فقام إليه عمر بن الخطاب فقبل رجليه وقال يا رسول الله رضينا بالله رباً وبك نبياً وبلاسلام ديناً وبالقرآن اماماً فاعف عنا عفى الله عنك فلو يزل حتى رضى صلى الله عليه وسلم. (سورة المائدة، آيت ۱۰۱).

ترجمہ: حضرت سدیٰ راوی ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منافقین کے طعنہ قلت علمی پر) خفا ہوئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطاب کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا، پوچھو مجھ سے! میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا، ایک شخص کھڑا ہوا جس کی ولدیت کے بارے میں طعنہ زنی کی جاتی تھی، وہ کہنے لگا منْ اَبِي؟ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے! حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے، آپ کے قدم مبارک کو چوما اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم راضی ہیں اللہ کو رب، آپ کو نبی، اسلام کو دین اور قرآن کو پیشوا مان کر، آپ ہمیں معاف فرما دیں، حضرت عمرؓ بار بار یہ التجا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے۔

آں ذات سبحانہ جل شانہ وعز برہانہ کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ”لو کنت اعلم الغیب لا ستمکثرت“ کی تزیل برائے تلقین ادب الہی ہے، کیونکہ کمال ادب باری عز اسمہ کا یہی تقاضا ہے کہ علم کو اپنی بجائے اللہ کی طرف منسوب کیا جائے، ورنہ وجود باجود آنجنابؐ منور الوجود علیہ اکمل صلوات اللہودود، تمامہ خیر کثیر اور نور علی نور ہے، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں برائی کا نام و نشان بھی نہیں، بلکہ جو شخص حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی عیب یا برائی کا قائل ہو وہ عند محققین کافر ہے، معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عوارض بشریہ اور جو تکالیف بھی پیش آئیں وہ تو محک امتحانی تھیں، ان سے تو تابش اور لمعان گوہر نبوت، مزید در مزید بڑھتی گئی، جیسا کہ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:-

چو شد معیار او آں سنگ کارے نشد ظاہر بجز کمال عیارے

لہذا جب تالی یعنی ”لا ستمکثرت“ محمول بر ادب ہوا تو مقدم یعنی نفی علم غیب مستفاد از لو کنت اعلم الغیب بھی محمول بر ادب ہوگا، کیونکہ مقدم اور تالی میں ملازمہ ہوتا ہے۔

جناب طبیب صاحب! ان بھائیوں سے کہیں کہ گذشتہ صفحات میں جو تفسیری توجیہات اس فقیر کی طرف سے مذکور ہوئی ہیں وہ ان آیات مبارکہ کی تفہیم کیلئے کافی دوائی ہیں، لیکن اگر یہ لوگ ضد کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کیلئے خیر کثیر کی نفی کی گئی ہے تو پھر میں جواباً عرض کروں گا کہ خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر عطا کی گئی ہے کیونکہ خدائے پاک جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ اور ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوفُرَ﴾ (اکی خیراً کثیراً)۔

نیز تاج ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سجایا اور ﴿عَسَى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْفُودًا﴾ کی خلعت سے بھی آپ کو ممتاز فرمایا اور رتبہ انا حاصل لواء الحمد يوم القيامة، تحتہ آدمُ وَمَنْ ذُوْنُهُ بھی عطا فرمایا تو اب کوئی خیر باقی رہ گئی ہے جو آپ کو عطا نہیں ہوئی؟

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات کے باب المعراج میں لکھا ہے ”از فضل وکمال ہمہ او را حاصل است“ ترجمہ: تمام کا تمام فضل اور تمام کا تمام کمال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج، عرش بریں پر بلا کر اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرمایا، جبکہ حضرت جبریل جیسے فرشتے صل علی محمد کہہ کر پیچھے رہ گئے اور خدائے پاک نے اپنے محبوب کو آسمانوں کی سیر کرائی، بیشتوں اور دوزخوں کا ملاحظہ کرایا اور حالات ماضیہ اور مستقبلہ سے آگاہی بخشی تو اب کوئی خیر باقی بچ گئی؟

مزید برآں ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ﴾ آپ کی شان ہے، خود خدائے پاک آپ کا مداح اور ثناء خوان ہے، ﴿وَوَدَّعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ آپ کی عظمت کا نشان ہے، ﴿وَوَكَّانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ نطق رحمان ہے اور ﴿الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾، علام الغیوب کا فرمان ہے تو اب آپ لوگ نشان دہی فرمائیں کہ خیر کثیر کا وہ کونسا مرتبہ ہے جو دست قدرت سے چوک گیا ہے؟



جناب طبیب صاحب! آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو عظمتِ شانِ علمِ باری عز اسمہ کا نظارہ فرما رہے ہیں اور اس کے ادب کے سامنے اپنے علم کو ذرہ بھر مشاہدہ کر رہے ہیں اس لئے فرما رہے ہیں ولا اعلم الغیب، مگر تم لوگ اتنی جسارت نہ کرو کہ اپنے نبی کے علم کا انکار کر دو یا اس کو اتنا قلیل قرار دیدو کہ القلیل کا معدوم ہی بنا دو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انکارِ دعوائے علم کی توضیح کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ بیان فرمایا ہے جو کہ صحیح مسلم میں ہے کہ:

قَامَ مُوسَىٰ خَطِيْبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَسَبَّلَ  
أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ فَقَتَبَ اللَّهُ  
”سب سے زیادہ صاحبِ علم کون ہے؟ تو  
آپ نے کہا کہ میں، پس اللہ تعالیٰ نے  
غتاب فرمایا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ  
والسلام نے اعلم ہونے کو اللہ تعالیٰ کی  
طرف منسوب نہ فرمایا تھا۔

مندرجہ ذیل قرآنی آیت سے بھی یہی سبق حاصل ہو رہا ہے

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ، ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس دن رسولوں کو جمع کر  
قالوا لا عِلْمَ لَنَا، إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ (المائدہ: ۱۰۹)

امتنوں کی طرف سے) کیا جواب ملا تھا؟ تو  
وہ کہیں گے کہ (تیرے سامنے) ہمارا علم کسی  
شار میں نہیں کیونکہ تو علام الغیوب ہے (کما  
روی عن ابن عباس، هكذا نقله ابن جریر)

مسئلہ ہذا مانند ہے استعمالِ لفظِ مثل کے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما  
دیں، ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ مگر نہیں جائز کہ ہم کہیں انما ہو بشر مثلنا کیونکہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تو بشری ہے، مگر زمین اور عرش بریں کا فرق ہے، اس فرق کو  
ملاحظہ رکھتے ہوئے پاسِ ادبِ دعوائے مثلیتِ کلیہ، ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالاتِ ظاہرہ و باطنہ سے مالا  
مال فرما کر ساری خیر آپ پر نچھاور فرما دی، آپ کی روح، عقل اور قلب کا کیا پوچھنا، اللہ  
تعالیٰ نے تو آپ کا بدن ایسا لطیف اور نظیف بنایا کہ عرش بریں پر ایک لمحہ میں پہنچ گیا  
اور پسینہ مبارک کی خوشبو ایسی کہ تمام کائنات کا مجموعی مشک و عنبر اس کے آگے شرمسار۔  
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جس کوچہ سے ایک مرتبہ گذر جاتے تو روزِ بارہا روز تک وہاں سے  
خوشبو کی لپٹیں آتی رہتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تلخ سے تلخ پانی میں ڈالا  
گیا تو وہ شیریں ہو گیا۔ ناپینا شخص کی آنکھ میں لگایا گیا تو وہ پینا ہو گیا، ٹوٹی ہوئی ٹانگ  
کی ہڈی پر ہاتھ پھیرا تو وہ پہلے کی طرح جڑ گئی۔ آشوبِ چشم کیلئے آپ کا لعاب مبارک  
پیغامِ شفاء ثابت ہوا، آپ کے سایہ کو زمین پر نہ پڑنے دیا بلکہ ہادلوں کو آپ کے سر  
مبارک کے اوپر چھتری بنا دیا، ایک بالِ نصیب نے آپ کا بولِ طاہر نوش کر لیا تو وہ پیٹ  
کے امراض سے محفوظ ہو گیا، آپ کے بدن پر مکھی وغیرہ نہ بیٹھتے تھے۔ آپ کے براز کو  
زمین فوراً کھا جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم از سر تا پا خیر ہی خیر ہیں۔ خلاصۃ المرام کے  
طور پر عرض ہے کہ روح المعانی میں علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل قول نقل کیا  
گیا ہے اور اسے رائج قرار دیا گیا ہے۔

يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ عَلَى سَبَبِ التَّوَاضُّعِ وَالْإِدْبِ وَالْمَعْنَى  
”از راہ تواضع اور از راہ ادب فرمایا، جس سے  
مراد یہ ہے کہ میں تو غیب نہیں جانتا، ہاں مگر  
اس وقت جب اللہ تعالیٰ مجھے اس پر مطلع فرما  
دے اور اسے میرے لئے مقدر کر دے۔“

جناب طبیب صاحب! ان بھائیوں سے پوچھو کہ وہ کونسی خیر ہے جو آپ لوگوں  
کے نزدیک آں سید الانبیاء والمرسلین اور محبوبِ ذاتِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء  
نہیں فرمائی گئی؟ نیز وہ کونسا سوء اور کونسی برائی ہے جو آپ لوگوں کے نزدیک آں ذاتِ  
ببرکات اور منبعِ رشد و خیرات صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہو گئی؟ آپ لوگ ذرا لحاظ اور خیال  
کرو اور اتنی بے ادبی میں قدم نہ رکھو، بلکہ توبہ تائب ہو کر تسلیم کر لو کہ کلمہ ”لا مستکثرت  
من الخیر وما مسنی السوء“ کا محمول ہے اس مراد پر کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
تعلیمِ الہی سے اور امرِ الہی سے، بلحاظِ کمالِ ادبِ باری تعالیٰ جل شانہ و عز برہانہ اور بلحاظِ



کمال تواضع بخضور آں ذات مالک کل، بطور تعمیل حکم آں شہنشاہ معظم تبارک و تعالیٰ یہ فرمایا، جیسا کہ محقق مفسرین نے تصریح کی ہے۔

جناب طبیب صاحب! اگر ان بھائیوں نے اس آیت ”لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء“ کی تقریر استدلال نہیں فرمائی تو فقیر عرض کر دیتا ہے، وہ یہ ہے کہ کلمہ ”لو“ موضوع ہے برائے انشاء خبر کے، بسبب انشاء شرط کے، اب لاستکثرت اور ما مسنی میں سے جو مثبت مذکور ہے وہ منفی ہوگا اور جو منفی ہے وہ مثبت ہوگا۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ مقصود اس کلام ”لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء“ کا ان بھائیوں کے اعتقاد کے موافق یہ نکلا کہ بہت بھلائی میں نے نہیں لی، اور مجھ کو برائی لگ گئی ہے، یہ سب اس کے کہ میں غیب نہیں جانتا، استغفر اللہ تعالیٰ۔

سو یہ فقیر اس پر عرض کرتا ہے کہ برائی کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو نام و نشان بھی نہیں، بلکہ جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی عیب تھا یا کوئی برائی تھی، سو ایسا شخص اہل حق کے نزدیک دین اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان بھائیوں کو خطابِ ذہنی کا عارضہ لاحق ہے ورنہ جو جو تکالیف بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیں تو وہ محض محک امتحانی تھیں، جن سے تابش، لعان اور چمک دمک جو ہر نبوت کی مزید در مزید بڑھتی جاتی تھی، جیسا کہ حضرت مولانا جامی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

چو شد معیار او آں سنگ کارے نشد ظاہر بجز کامل عیارے

جناب طبیب صاحب! آپ اپنے ان بھائیوں کو یہ اہم نکتہ سمجھا دیں کہ ان امتحانی تکالیف (عوارض بشریہ) کی حکمت یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات بلند ہوتے رہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ خوش خبری نازل فرما دی کہ ﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾ نیز فرمایا: ﴿وَلَا خَيْرَ لَكَ مِنَ الْأُولَى﴾

عوارض بشریہ کو نقص شمار کرنا سخت نادانی ہے بلکہ یہ چیز فضیلت ہے اور مودب فضائل کثیرہ ہے۔ ان امتحانی تکالیف سے بعض لوگوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔

قال الطیب، چوتھی آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ہے (سورۃ لقمان، آیت ۳۲)

اقول: سب سے پہلے فقیر یہ عرض کرتا ہے کہ علم القرآن تک رسائی کا ذریعہ اور وسیلہ علم التفسیر اور علم الحدیث ہے، اس لئے آپ کسی آیت قرآنیہ کی مراد الہی معلوم کرنے کی غرض سے تفاسیر اور احادیث کی طرف رجوع کیا کریں۔ اگر آپ محض اپنی رائے سے قرآن مجید کی تاویل و تعبیر کریں گے تو یہ تاویل بالرائے ہوگی، جبکہ تاویل بالرائے اور تفسیر بالرائے وسوس نفسانیہ میں سے شمار ہوتی ہے، کیونکہ وہ مبنی بر دلیل نہیں ہوتی۔

اگر کوئی شخص جملہ تفاسیر اور جملہ احادیث نبویہ کو برطرف کر دے اور من مانی تشریحات کرنے لگے تو اس کی تشریحات مردود قرار دی جائیں گی، جملہ تفاسیر کو نظر انداز کرنا ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُسْلِمِينَ﴾ کے زمرے میں آتا ہے اور حدیث نبوی کے برخلاف رائے قائم کرنا ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ﴾ کے فرمان واجب الاذعان کے تحت شامل ہو کر استحقاق وعید الہی کا موجب بنتا ہے۔

جناب طبیب صاحب! آپ کے ان بھائیوں کا اصل مسئلہ قلت علم ہے پورے اصول و فروع پر ان کی نظر نہیں ہے، پورے ذخیرہ تفسیر و حدیث کا مطالعہ کریں گے تو ان پر بات واضح ہوگی، دین ایک وحدت ہے اس کی جملہ تعلیمات باہم مربوط ہیں، لہذا جو شخص ان کے اندر انتشار پیدا کرے گا وہ خود فکری انتشار کا شکار ہوگا، علم بالا احادیث اور علم بالتفاسیر کے بغیر آپ کے سادہ لوح بھائیوں کو ٹھوکر لگ گئی ہے جس طرح کہ وہ مذکورۃ الصدر آیت مبارکہ سے اخذ مراد میں اوندھے منہ گر پڑے ہیں۔

اس مختصر مگر ضروری نصیحت کے بعد فقیر عرض کرتا ہے کہ آپ اس آیت مبارکہ کی تفسیر معلوم کرنے کیلئے الحافظ اسماعیل بن کثیر القرشی کی تفسیر القرآن العظیم کا مطالعہ فرمائیں، ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

هذه مفاتيح الغيب التي استأثر الله تعالى ترجمہ: یہ غیب کی چابیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بعلمہا فلا يعلمہا احد الا بعد اعلامہ ای جانتا ہے پس کوئی شخص ان کو نہیں جانتا مگر تعالیٰ بہا۔ (سورۃ لقمان، آیت ۳۲) اسکے بعد کہ اللہ تعالیٰ اسے انکا علم عطا کر دے۔

آپ لوگوں کو یہ ضابطہ بارہا سمجھایا جا چکا ہے کہ جہاں کہیں بھی علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں ”اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر“ کی قید تسلیم کی جائے گی، چنانچہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اس آیت میں بھی حافظ ابن کثیر نے ”الا بعد اعلامہ تعالیٰ بہا“ کی قید ظاہر کر کے اسی ضابطہ کلیہ کی یاد دہانی کرا دی ہے۔



فقیر پہلے ہی عرض کر چکا ہے کہ مغیبات کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بقدر عطاء الہی ہے اور بالدرتج ہے اور علم محیط بالاستقلال تو مخصوص ساتھ ذات باری عز اسمہ کے ہے۔

چنانچہ علامہ شیخ احمد صادی ماکئی اپنی تفسیر صادی میں تحت آیت ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ﴾ لکھتے ہیں:-

وهذا قبل اعلامه بوقتها فلا ينفاه انه صلى الله عليه وسلم لم يخرج من الدنيا حتى اعلمه الله تعالى بجميع مغيبات الدنيا والآخرة.   
 یہ جواب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم وقت قیامت عطا کرنے سے پیشتر ہے، لہذا یہ اس بات کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے، دنیا اور آخرت کے تمام مغیبات کا علم عطا کر دیا تھا۔

نوٹ: واضح ہو کہ مغیبات کی اصطلاح، غیب اضافی کیلئے وضع کی گئی ہے تاکہ غیب مطلق اور غیب اضافی میں امتیاز قائم ہو جائے۔

جناب طیب صاحب! ان بھائیوں سے پوچھیں کہ آپ جو کہتے ہیں کہ علم قیامت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا جبکہ ہم نے گذشتہ اوراق میں اس کا اثبات کامل طور پر کر دیا ہے، مزید برآں یہ لوگ اس بارے میں کیا فرمائیں گے کہ جملہ احوال یوم قیامت کے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیے ہیں جیسا کہ کتاب اللہ اور کتب احادیث قیامت کے احوال سے بھرے ہوئے ہیں، چند مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تذکرہ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابو نعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے:-

قال حدثني ام الفضل قالت مررت بالنبي صلى الله عليه وسلم فقال انك حاملٌ بسلام فاذا ولدته فاتيني به فلمّا ولدت اتيته النبي فاذن في اذنه اليمنى واقام في اذنه اليسرى والباءة في ريقه فسماهُ عبد الله فقال اذهبى بابي الخلفاء (الحديث).

کان میں اذان اور ہائیں میں اقامت کہی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا، پھر فرمایا، خلفاء کے باپ کو لے جا۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے (باب فضائل علیؑ میں) روایت بیان فرمائی ہے کہ:   
 ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر یوم خیر لا عطین هذه الراية رجلاً يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله. (الحديث)   
 کے دن فرمایا، میں یہ جھنڈا (کل) ایک ایسے شخص کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں، اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، وہ شخص خدا و رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا و رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

اور ابو داؤدؒ نے اپنی سنن میں سہل بن حنظلہ سے باب فضل الحرس فی سبیل اللہ تعالیٰ میں روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

فجاء رجل فارس فقال يا رسول الله اني انطلقك بين ايديكم حتى طلعت على جبل كذا وكذا فاذا انا بهوازن على بكرة آبائهم يطعميهم ونعيمهم وشانهم اجتمعوا الى حنين فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال تلك غنيمة المسلمين غدا ان شاء الله تعالى. (الحديث)   
 ترجمہ: پس ایک سوار آیا اور کہا یا رسول اللہ! میں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو دیکھا کہ بنو ہوازن سب کے سب اپنے اہل و عیال، اونٹوں اور بکریوں سمیت حنین کی طرف جمع ہو رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ، کل یہ سب کچھ مسلمانوں کیلئے مالِ غنیمت ہوگا۔

نیز امام مسلمؒ نے اپنی صحیح باب عرض مقعد المیت، جلد ثانی، میں حضرت انسؓ سے ایک قصہ حضرت عمرؓ کا روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يُرينا مصارع اهل بدر بالامس يقول هذا مصرع فلان غدا ان شاء الله تعالى وهذا مصرع فلان ان شاء الله تعالى قال فقال   
 ترجمہ: حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن پہلے ہی ہمیں اہل بدر کی قتل گاہیں دکھاتے رہے، آپؐ فرماتے کہ انشاء اللہ کل یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہوگی



عمرؓ فوالذی بعثہ بالحق ما اخطئوا اور یہ فلاں کافر کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قسم ہے الحدود التی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آنحضورؐ کو مبعوث فرمایا کہ کفار کیلئے جو جو جگہ آپؐ نے مقرر کی، وہ لوگ ٹھیک ٹھیک وہیں پہ گرے۔

قال:- پس واضح ہوا کہ ماحصل مرقومہ آیات کا یہی ہے کہ ہر ایک غیب شئی کا دائمی محیط علم جس کو علم غیب کہتے ہیں آنجناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں اور نہ کسی اور کو، نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب میں سے بالکل آگاہی دی ہی نہیں گئی یہ تو صریح آیات کی مخالفت اور صحیح احادیث کا الٹ ہے نعوذ باللہ منہا بلکہ سچا اعتقاد یہی ہے کہ آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع انبیاء واولیاء پر اور ان کے علم شریف کو جمیع انبیاء علیہم السلام کے علم پر فضیلت ہے، ہاں جو لوگ عوام کالانعام یا خواص کالعوام ہیں وہ اس کے معتقد ہیں کہ آنجناب صلعم کا علم خدائے پاک کے علم کے برابر ہے، اور اگر کچھ فرق ہے تو صرف وہی جو استاد اور شاگرد میں ہوتا ہے۔ یعنی آنجناب کا علم بذاتہ نہیں بلکہ خدا کا دیا ہوا ہے۔

اقول: طیب صاحب! ان بھائیوں سے پوچھیں کہ آپ نے قبل ازیں آیات قرآنیہ کا جو ترجمہ لکھا ہے اس سے تو علم غیب کی علی الاطلاق نفی ہوتی ہے مثلاً ولا اعلم الغیب کا آپ نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ ”نہ میں غیب کی بات کو جانتا ہوں“ اور ولو کنٹ اعلم الغیب کا آپ نے یہ ترجمہ کیا ہے ”اگر میں ہوتا جانتا غیب کی بات“، مقام حیرت ہے کہ آپ لوگوں نے ان تراجم میں نہ کسی قید ”ہر شئی“ کی لگائی ہے اور نہ ہی ”دائم محیط“ ہونے کی کہیں تصریح کی ہے، اس تضاد بیانی کے باوجود آپ چالاکی سے ”واضح ہوا“ بھی ساتھ ہی کہتے جاتے ہیں۔

اس تضاد بیانی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو مسئلہ علم غیب کا مکمل ادراک نہیں ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کل کائنات کو شامل ہونے کے باوجود متناہی ہے اور متناہی جہات سے ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم لامتناہی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائے الہی سے ہے جبکہ اللہ کا علم ذاتی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہر آن اور ہر لمحہ بڑھایا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم ازل سے کامل ہے۔

لوح و قلم کا علم، علوم نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ایک حصہ ہے مگر اس کے باوجود علم نبوی علم الہی کا بعض ہی ہے۔

نیز آپ نے جو یہ کہا ہے کہ، ”نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب میں سے بالکل آگاہی دی ہی نہیں گئی“، اس سے تو معلوم ہوتا ہے آپ تو اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی قدر غیب کی باتوں کو جانتے ہیں۔ لہذا آپ لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے ترجمہ کا جواب دیں جس میں آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی علی الاطلاق نفی کی ہے، پھر جو کچھ آپ جواب دیں گے علماء مصہرین جو فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ماکان و ما یکون کا عطا کیا گیا ہے، ان کی طرف سے بھی وہی جواب سمجھیں۔

اور آپ نے جو فرمایا تھا کہ خاصۃ الشی ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ، وہ بھی ٹوٹ گیا، اس کا جواب بھی آپ پر لازم ہے کیونکہ آپ نے بھی کہہ دیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا تھوڑا بہت علم دیدیا گیا ہے۔

توضیح مسئلہ کیلئے فقیر عرض کرتا ہے کہ آپ لوگ غیب مطلق اور غیب اضافی کو خلط ملط نہ کیا کریں، مخصوص بالباری تعالیٰ علم غیب مطلق ہے نہ کہ علم غیب اضافی (Relative)۔ واضح رہے کہ غیب دو قسموں پر منقسم ہے۔

(۱) غیب مطلق: یہ وہ ہوتا ہے جو غائب علی سبیل الاستقلال ہو، اس پر کوئی دلیل قائم نہ کی گئی ہو، نہ ہی وہ بدہست عقل یا حواس کے ذریعہ معلوم ہو سکتا ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس پر کسی کو مطلع کیا ہو، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مخفی اور پوشیدہ ہو، اس کا علم خاصہ خدا ہے۔ اس کی کوئی مثال پیش کرنے سے انسان عاجز ہے۔

(۲) غیب اضافی: یہ وہ ہوتا ہے جو Relative ہو۔ علی سبیل الاستقلال نہ ہو، اس پر کوئی دلیل قائم کی جا سکتی ہو، وہ تو حجابات فہنیہ یا حجابات حسیہ کے حائل ہونے کی وجہ سے اوجھل ہو، وہ بذریعہ رفع حجابات عقلیہ اور حسیہ، بذریعہ تصب و دلیل، اور بذریعہ اعلام و اطلاع الہی، معلوم یا مشہود ہو سکتا ہو۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کی دین ہے، کسی کو تھوڑا دیتا ہے اور کسی کو زیادہ۔ مگر سرور کوئین، رحمتہ للعالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کا کل علم غیب اضافی تدریجاً مرحمت فرما دیا، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیر متناہی کے سامنے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا متناہی علم ایسے ہے جیسے سات سمندرؤں کے سامنے ایک قطرہ، اسی لئے اسے نسبت علم باری تعالیٰ بعض بھی کہہ دیتے ہیں۔



آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہر آن اور ہر لمحہ بڑھتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ازلی، ابدی اور ذاتی ہے۔ اس امر کی وضاحت ضروری ہے اللہ تعالیٰ کا علم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کسی ذرہ کے بارے میں بھی یکساں یا مماثل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی ذرہ کے بارے میں بھی غیر متناہی وجوہ سے ہے اور اس ذرہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا علم بے کراں اور بے حد و حساب ہے جس کے سلسلہ کی کوئی انت اور انتہاء نہیں ہے۔ جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس ذرہ کے بارے میں متناہی جہات سے ہے۔

جناب طبیب صاحب! آپ کے بھائیوں اور ہمارے درمیان نزاع یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت اور کثرت کے قائل ہیں جبکہ بعض لوگ علم محمدی کی کوتاہی اور کم مائیگی کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ کہنے لگتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے انجام کی بھی خبر نہ تھی، معاذ اللہ۔ (حوالہ کیلئے البراہین القاطعہ ملاحظہ ہو، شبلی)

جناب طبیب صاحب! یہ جو ان چالاک بھائیوں نے کہا ہے کہ خواص کا اعتقاد ہے کہ آنجناب صلعم کا علم خدائے پاک کے علم کے برابر ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ خواص تو بجائے خود عوام کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے، اس بات کو ان بھائیوں نے محض دھوکہ دہی کی غرض سے درج کیا ہے۔ اس میں تو کوئی بحث ہی نہیں، بحث تو علم کونین میں ہے، کونین کا علم جناب باری عز اسمہ کے علم کے آگے ایک قطرہ بھر بھی نہیں، تفسیر روح البیان سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۵ میں لکھا ہے:-

قال بعض الکبار علم الأولیاء من علم الأنبیاء بمنزلة قطرة من سبعة أبحر وعلم الأنبياء من علم نبينا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بهذه المثابة وعلم نبينا علیہ الصلوٰۃ والسلام من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة فالعلم الذی اوتیه العباد وإن کان کثیراً فی نفسیه لکنه قليل بالنسبة إلی علم الحق سبحانه.

السلام کا علم اگرچہ فی نفسہ کثیر ہے مگر بنسبت علم حق سبحانہ وتعالیٰ کے قلیل ہے۔

اور شیخ عبد الوہاب اشعرائی کی کتاب الیواقیت والجوہر سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ قلم نے لوح محفوظ میں حوادث سے قیامت تک لکھا ہے بعض اولیاء کرام کو ان پر کافی کچھ اطلاع دی گئی ہے۔

نیز کلام رجم الشہاب علی ابن عبد الوہاب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام علم لوح کا غیب اضافی ہے اور عبارت ان کی یہ ہے:

وتسمی علم اللوح المحفوظ غیب اضافی ترجمہ: لوح محفوظ کا تمام علم، غیب اضافی ہے، لہذا اس کا غیر حق سبحانہ وتعالیٰ کو حاصل ثبوت حصولہ لغیرہ تعالیٰ ہونا ثابت ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں لکھا ہے:

﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لَّكَلِمَاتِ رَبِّي آه﴾ (سورۃ الکہف، آیت ۱۰۹) نیز ﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامَ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ﴾ (سورۃ لقمان، آیت: ۴۷)۔

مراد ازیں کلمات نزد اہل تحقیق، فضائل ترجمہ: اہل تحقیق کے نزدیک ان کلمات سے کمالات وحقائق و معارف است کہ حضرت ذو مراد وہ فضائل و کمالات، حقائق و معارف ہیں جو الجلال والاكرام بر خاصگان درگاہ خود از انبیاء کہ حضرت رب ذو الجلال والاكرام نے خاصان واصفياء خصوصاً بر سید انبیاء وسند اصفياء افاضہ بارگاہ خود از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً سید نمودہ والا آنچہ صفت حق وشان ذات مطلق الانبیاء، سند الاصفياء صلی اللہ علیہ وسلم پر افاضہ ست منزہ و مقدس ست کہ بایں تمثیل وتنظیر فرمائے۔ ورنہ جو کچھ کہ صفت حق اور شان ذات مطلق ہے، وہ تو اتنی منزہ اور مقدس ہے نماہید۔ (مدارج النبوة، باب سوم، ص ۷۳) کہ تمثیل اور تشبیہ کی مجال وہاں نہیں ہے۔

جب آیت ﴿وَمَا أَوْتِنْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ترجمہ: اور تم لوگ (روح کے بارے میں) علم قلیل دیئے گئے ہو، نازل ہوئی تو یہودیوں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ما اعجب شانک ساعة تقول ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خیراً



کتبہ، وساعة تقول هذا. سو جواباً اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں، یہود اور مشرکین کے طعنہ قلبی کو مسترد کرتے ہوئے مذکورہ بالا دونوں آیات نازل فرمائیں، جن کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کی شان یہ ہے کہ وہ غیر تنہا ہی ہیں، اس سے یہود پر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ان لامحدود اور لامعدود کلمات الہیہ سے جو فضائل، کمالات، علوم، حقائق، معارف، معانی اور مفہیم حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل حاصل ہو رہے ہیں۔ ان کو ضبط شمار میں یا حیطہ خیال میں لانا بھی کسی مخلوق کی گنجائش سے وراء الوداء ہے، کیونکہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اور برکات علم جو کہ تنزیل کلمات الہیہ غیر تنہا ہی سے پھوٹ رہے ہیں وہ بھی تو ہر آن اور ہر لمحہ رو بہ ترقی اور رو بہ اضافہ ہی ہیں۔ لہذا نزول علوم قرآنیہ جاری اور ازدیاد علم نبوی ساری ہے۔ سو اس کا تقابل تورات سے کرنا جو کہ خود قید اختتام کے ساتھ ساتھ، قید اختصار کے ساتھ بھی مقید ہے۔ قطعاً خلاف انصاف ہے۔ تقابل تورات بہ قرآن اور تقابل موسیٰ علیہ السلام بہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کرنا، قوم یہود کیلئے تیغ اور تیغ کا موجب اور پتھر ہے، باقی رہا یہودیوں کا یہ خیال خام کہ نزول تورات کے ساتھ ہی کلمات الہیہ غیر تنہا ہی کا خاتمہ ہو گیا ہے، حقیقت ظاہرہ، قاہرہ، مرئیہ، ثابتہ، بینہ کی تکذیب ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کلمات الہیہ لا نہایت ہیں تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ان کے فیوضات، تاثیرات اور برکات بھی، بوجہ آخری نبی ہونے کے، (علی التقریب) لامحدود ہی ہیں، جب اس ذات جل جلالہ وعم نوالہ کا خزانہ بے عد اور بے حد ہے تو اس کی نوازشات بھی اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جبکہ وہ خاتم النبیین بھی ہیں، بے حصر اور بے قصر ہی ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کا یہی لب لباب ہے، آپ کی تفسیر بطین آیت ہے، جیسا کہ فرمان ہے ﴿وَلِكُلِّ آيَةٍ ظَهْرٌ وَبَطْنٌ﴾۔

قال الطیب: اور ہلاس سوگھتے وقت عوام کو کہتے ہیں کہ ہمارا یہ ہلاس سوگھتا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو رہا ہے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ ہلاس سوگھتا تو درکنار ہمارے دلوں کا سب حال بھی آنحضور صلعم کو معلوم ہے، سو وہ محض غلطی پر ہیں کیوں کہ جب آنجناب کو قادر ذو الجلال کا یہ ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ تو کہہ دے، لا اعلم الغیب یعنی میں نہیں جانتا غیب کی بات جس طرح پہلی اور تیسری آیت سے ظاہر ہے سو

یہ عقیدہ حقہ کے حق ہونے پر ایسا کافی ثبوت ہے کہ جس کے خلاف قرآن مجید اور احادیث شریفہ اور فقہ متبرکہ میں پایا جانا ناممکن ہے اور اسی وجہ سے مخالف لوگ کوئی ایسی آیت پیش نہیں کر سکتے کہ جس میں علم کا لفظ غیب کے لفظ سے ملا کر اس کا اثبات آنحضرتؐ کے واسطے کیا گیا ہو۔

اقول: ان بھائیوں سے پوچھیں کہ جب اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ کے مطابق ہر شئی پر قادر ہے تو پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاس سوگھنے پر کیوں مطلع نہیں کر سکتا؟ حالانکہ ہلاس سوگھنا غیب اضافی ہی ہے، اور غیب اضافی کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں دلائل وبراہین کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں۔

معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی شخص کے ہلاس سوگھنے پر مطلع ہونا کسی قباحت شرعیہ یا کسی استحالة عقلیہ کو مستلزم نہیں۔

اور جو آپ نے لکھا ہے کہ آنجنابؐ کا دلوں کا حال پر مطلع ہو جانا غلط ہے اور آپ لا اعلم الغیب کے ترجمہ کو دلیل لاتے ہو، حالانکہ آپ نے خود ہی شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس کلام کو نقل کیا ہے:-

پس اومی شناسد گناہان شمار و درجات ایمان | ترجمہ: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے ہیں تمہارے گناہوں کو، تمہارے درجات شمار و اخلاص و نفاق شمار۔ الخ | ہیں تمہارے گناہوں کو، تمہارے درجات ایمان کو، تمہارے اخلاص کو اور تمہارے نفاق کو۔

اور خطیب قسطلانی کا کلام مواہب لدنیہ میں بھی اس کی تائید کرتا ہے ان کی اصل عبارت اس طرح ہے:-

ان النبى صلى الله عليه وسلم يعلم احوال | ترجمہ: یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں امت کے احوال کو، انکی نیتوں کو، ان کے عزائم کو اور ان کے دلی کھٹکوں کو۔

اور ایسا ہی شیخ عبدالحق وغیرہم اور ایسا ہی مدارک التنزیل کے مندرجہ ذیل کلام سے واضح ہے:



فجتنابک یا محمد علیٰ ہؤلاء آی امتک | ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو  
شہیداً حالاً آی شہاداً علی من آمن | آپ کی امت پر گواہ بنائیں گے، یعنی مؤمن  
بالایمان و علی من کفر بالكفر و علی من | کے ایمان پر، کافر کے کفر پر، اور منافق کے  
نافق بالنفاق (النساء: ۴۱)۔ | نفاق پر۔

اب آپ لوگ یا تو شاہ عبدالعزیز پر فتویٰ لگائیں کہ وہ قرآنی آیت کے منکر  
ہیں کیوں کہ درجاتِ ایمان اور اخلاص اور نفاق تو دلوں کے احوال ہیں۔

نیز خلیفہ ثالث امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ نے اتقوا فراسة المؤمن فانہ  
ینظر بنور اللہ کا مصداق ہو کر ایک شخص کے دل کا حال معلوم کر لیا اور انہیں بتا بھی دیا،  
امام غزالیؒ نے بھی احیاء العلوم میں فراستِ ایمانی کے بارے میں کافی تحریر فرمایا ہے۔

مومن کے دل کا نور تو ایسا ہے کہ عرش بریں تک رسائی رکھتا ہے بہشت اور  
دوزخ کے آئندہ حالات کو دیکھ لیتا ہے، دل کے احوال اس کے سامنے کیا چیز ہیں علامہ  
جلال الدین سیوطیؒ، البدور السافرہ میں طبرانی اور بزاز سے روایت کرتے ہیں:-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کیف | ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
اصبحت یا حارثہ قال اصبح مؤمناً حقاً | اے حارثہ! تمہاری صبح کس کیفیت میں ہوئی؟  
قال فان لكل حق حقیقۃ فما حقیقۃ | عرض کیا حضور! میری صبح مؤمن حقیقی کی  
ایمانک قال حذف نفسی عن الدنیا، | کیفیت پر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
کانتی انظر الی عرش ربی بارزاً والی اہل | فرمایا، ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے،  
الجنة فی الجنة یتزاورون والی اہل النار | تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ عرض کیا  
فی النار یتعادون فقال النبی صلی اللہ | کہ میں نے اپنے نفس کو علاق دنیا سے کاٹ  
علیہ وسلم انت مؤمن نور اللہ قلبک | دیا، تو گویا عرش الہی کو ظاہراً دیکھا، نیز دیکھا  
و عرفت فالنور۔ | کہ اہل جنت، جنت کے اندر ایک دوسرے کی  
زیارت کر رہے ہیں، اور اہل جہنم، جہنم کے  
اندر ایک دوسرے کی دشمنی میں مصروف ہیں،  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مؤمن ہو،  
اللہ نے تمہارے دل کو منور اور باعرفان بنا دیا  
ہے، اسی کیفیت سے چمٹے رہو۔

جب مومن کے نور فراست کا یہ حال ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا  
پوچھنا ہے؟ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ یہ عقیدہ مذکورہ کے حق ہونے پر ایسا کافی ثبوت  
ہے الخ سو عرض ہے کہ عقیدہ حقہ جو باعث تالیف میں آپ نے تحریر کیا ہے آیات شریفہ  
کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے، ثبوت اور کافی ثبوت تو خود رہا۔ ہاں اگر عقیدہ حقہ یہ قرار  
دیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات پر اطلاع نہیں دی گئی تب تو آپ لوگوں کے  
نزدیک نام نہاد ثبوت تو بن جائیگا مگر کافی پھر بھی نہ ہوگا کیونکہ آپ لوگ قائل ہیں کہ  
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب میں سے آگاہی دی گئی ہے جیسا کہ قبل ازیں مفصل طور  
پر گذر چکا ہے پھر آپ نے جو ترجمہ آیات شریفہ کا لکھا ہے اُس سے آپ کو جواب دینا  
لازم ہوگا اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مخالف لوگ کوئی ایسی آیت پیش نہیں کر سکتے کہ  
جس میں علم کا لفظ غیب کے لفظ سے ملا کر اُس کا اثبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
واسطے کیا گیا ہو، سو عرض ہے کہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مغیبات پر مطلع ہونا اس  
بات پر موقوف ہے جو آپ نے لکھی ہے تو آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ آنحضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کو غیب میں سے آگاہی دی گئی ہے، پھر آپ لوگوں نے اگر کسی آیت شریفہ میں  
علم کا لفظ غیب کے لفظ سے ملا ہوا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دیکھا ہے تو ہمیں  
بھی مطلع فرمائیں۔

توضیح مسئلہ کیلئے فقیر عرض کرتا ہے کہ گذشتہ اوراق میں آیات قرائیہ اور احادیث  
نبویہ درج کی جا چکی ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیب اضافی کے علم  
کا اثبات بخوبی ہو جاتا ہے۔

جناب طیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے پوچھیں کہ ہزارہا احکام شرعیہ جو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں سینکڑوں ثواب اور عقاب اور سینکڑوں حج  
اور صیام میں اور سینکڑوں نکاح، طلاق اور عتاق میں اور سینکڑوں مباحات اور منہیات میں  
اور سینکڑوں صلوات اور زکوٰۃ میں اور سینکڑوں حدود اور قصاص اور میراث میں نیز سینکڑوں  
حالات قبر، حشر اور نشر کے اور سینکڑوں حالات یوم القیامت کے اور سینکڑوں نعم بہشت اور  
نقم دوزخ کے جن سے کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھرے ہوئے ہیں یہ  
سب مغیبات یعنی غیوب اضافیہ کے بیان میں ہیں پھر آپ لوگ اگر ان کے مغیبات  
ہونے کا انکار کریں تو یہ محض تکابرہ قبیحہ غیر مسموعہ ہوگا اور اگر اقرار کریں تو کہیں لفظ علم کا



غیب کے لفظ سے ملا ہوا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کتاب اللہ کتب احادیث میں دکھا دیں۔

قال الطیب: پس وہ علم غیب کی نفی کی صریح آیات کو چھوڑ کر عوام الناس کو دھوکہ دینے کیلئے وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں مغالطہ دینے کی گنجائش ہو سکے جیسا کہ سورۃ بقرہ پارہ دوم کے شروع میں موجود ہے ﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾، ترجمہ: وباشد رسول شما بر شما گواہ زیر آنکہ مطلع ست بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود کہ کدام درجہ از دین من رسیدہ باشد و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ ہاں از ترقی، محبوب ماندہ است کدام ست پس اوی شناسد گناہان شما را و درجات ایمان شما را و اعمال نیک و بد شما را و اخلاص و نفاق شما را تا آخر عبارت تفسیری عزیزی۔

پس صاف ظاہر ہے کہ آیت کریمہ مذکورہ ہذا میں نہ علم کا لفظ مذکورہ ہے نہ علم غیب کا اور نہ کوئی ایسا لفظ پایا جاتا ہے کہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے علم غیب کا اثبات سمجھا جائے، صرف شہید کا لفظ مذکورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت قیامت کے دن اپنی امت کے عادل اور صادق ہونے کی گواہی دیں گے جیسا کہ جناب شیخ عبدالحق نے مشکوٰۃ شریف کی شرح فارسی کے باب الحساب والقصاص میں، تحت حدیث ابوسعید خدریؓ ﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ پر تحریر فرمایا ہے وباشد پیغمبر شما بر شما گواہ، گواہی دادن ایشان بر مردم چنان کہ گواہی دادن اقبایا بر قوم نوح کہ رسانید نوح علیہ السلام بشما آنچہ فرستادہ بر وے از دین، و بودن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گواہ بر ایشان چنانکہ در حدیث دیگر است کہ چون امم انبیا علیہم السلام منکر شوند کہ کسے چیزے نہ رسانید پس انبیاء کرام امت محمدیہ را گواہ بگیرند و ایشان گواہی دہند و رسیدہ شود از ایشان کہ شما چہ دانید و از کجا گواہی دادید بر ایشان، گویند کہ ما کتاب اللہ را ناطق یا قیام ہاں پس گواہی دادیم گواہی دے، پس ازاں امم انبیاء سخن در صدق و عدالت این امت کنند پس آنحضرت تعدیل و تزکیہ ایشان کنند و گواہی دہند کہ ایشان عادل و صادق اند۔

اور اسی طرح ہے بیان مفسر شاہ عبدالعزیزؒ کا جو کہ اس سے پہلے تحت آیت مذکورہ کے مرقوم ہو چکا ہے اور مفسر مدوح نے جو یہ لکھا ہے کہ او مطلع ست بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی وقتاً

نوقتاً کشف حاصل ہوتا رہتا ہے جیسا کہ آنجناب کو اپنے مقتدیوں کا حال کشف معلوم ہو جاتا تھا جیسا کہ نواب قطب دین نے مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ مظاہر حق میں باب ما علی الماموم کی حدیث اراکم امامی ومن خلفی کے نیچے لکھا ہے اور اسی معنی کی مؤید ہے حدیث: تعرض علی اعمال امتی يوم الاثنين والخميس ورنہ یہ معنی مراد لینا کہ آنحضرت کو ہر وقت ہر شی کا حال معلوم ہوتا رہتا ہے آیات مذکورہ بالا اور احادیث مرقومہ در فضل درم سے معارض اور مخالف ہے لہذا مفسرین اور فقہاء میں سے کسی نے یہ معنی مراد نہیں لیا صرف حاشیہ جمل میں بطور احتمال اس کو بیان کیا ہے اور احتمالی بات ظاہر ہے کہ شکلی ہوتی ہے یقینی نہیں ہوتی مگر مطلبی لوگ جنہوں نے دین کو اپنے مطلب اور اپنی خواہش کے مطابق کر رکھا ہے عام لوگوں کو مغالطہ دینے کی غرض سے حاشیہ جمل کا قول ذکر کرتے ہیں اور الزام کے خوف سے احتمال کا لفظ بیان نہیں کر سکتے۔

اقول: طیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے پوچھیں کہ تمام احکام شرعیہ اور تمام حالات ماضیہ اور تمام حالات مستقبلہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیئے ہیں جن سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ بھرے ہوئے ہیں کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ان سب سے اطلاع علی المغیبات ثابت نہیں ہو سکتی؟ کیا علم الغیب کے لفظ کے وارد ہونے کی حاجت ابھی باقی ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ، جلالین میں لکھا ہے:

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ مِنَ الْاَحْکَامِ | ترجمہ: اور اللہ نے آپ کو سکھایا وہ جو آپ نہیں جانتے تھے یعنی احکام اور غیب۔

اور مدارک التزیل میں لکھا ہے:-

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ مِنْ اُمُورِ الدِّینِ | ترجمہ: وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ سے مراد یہ ہے وَالْشَّرَائِعِ اَوْ مِنْ خَفِیَّاتِ الْاُمُورِ وَضَمَائِرِ الْقُلُوبِ (النساء: آیت ۱۱۳) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین و شریعت کے امور سکھائے یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوشیدہ امور اور دلوں کے بھید بتلا دیئے۔

اور بیضاوی میں لکھا ہے:-



من خفيات الأمور أو من أمور الدين | ترجمہ: اللہ نے آپ کو سکھائے پوشیدہ امور یا الاحکام (سورۃ النساء: آیت ۱۱۳) | امور دین اور احکام۔

اس میں شک نہیں کہ امور دین اور شرائع اور احکام اور خمار قلوب سب اضافی غیوب یعنی مغیبات ہیں، واضح ہو کہ لفظ او کا مدارک اور بیضاوی میں منع خلو کے واسطے ہے جیسا کہ جلالین کی کلام دلالت کرتی ہے، کیونکہ انہوں نے الاحکام اور الغیب کو جمع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کہ علام الغیوب ہے، وعلمک ما لم تکن تعلم کے بعد فرمایا وكان فضل الله عليك عظيماً، جو اس امر کی تصریح خاص ہے کہ اس نے نبی کو جو علوم تعلیم فرمائے ہیں وہ اس کے فضل عظیم کا شاہکار ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے:

﴿وما كان الله ليطلعكم على الغيب﴾ | ترجمہ: اور اللہ تم لوگوں کو غیب پر اطلاع نہیں ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء | بخشنے کا۔ البتہ اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں فآمنوا بالله ورسوله ﴿سورۃ آل عمران﴾: سے جنہیں وہ چاہتا ہے (کہ انہیں اضافی غیب کا علم تام دے) پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔

بیضاوی میں لکھا ہے:-

روى ان الكفرة قالوا ان كان محمد صلى | ترجمہ: روایت ہے کہ کفار نے کہا کہ اگر الله عليه وسلم صادقاً فليخبرنا من يؤمن بالله ومن يكفر فنزلت. وعن السدي انه صلى الله عليه وسلم قال عرضت على امتي وأعلمت من يؤمن بي ومن يكفر بي فقال المنافقون انه يزعم انه يعرف من يؤمن به ومن يكفر ونحن معه ولا يعرفنا فنزلت. (آل عمران: ۱۷۹)

حضرت سدی راوی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت میرے سامنے پیش کی گئی اور مجھے بتلایا گیا جو جو مجھ پر ایمان لائے گا اور جو کفر کرے گا، اس پر منافقین

کہنے لگے کہ حضرت محمدؐ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مؤمن اور کافر کو جانتے ہیں، حالانکہ ہمیں تو پہچانتے نہیں (کہ ہم منافق ہیں) تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

اور مولانا عصام الدین نے بیضاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے:-

مناسبة هذه الآية برّد قولهم ان الرسول | ترجمہ: اس آیت سے منافقین کے قول کی يجتبي بالاطلاع على الغيب ولكن ليس له ان يشارك غيره معه في هذا العلم الا باذن الله في ما يذنه فهو يعرف كغيركم ولا يظهر لاجتنابه بتلك المعرفة.

اس علم غیب میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو شامل کرنے کے مجاز نہیں ہیں، چنانچہ رسول اللہؐ تو منافقین کو جانتے ہیں لیکن برملا اس کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ آپ منافقین کے علم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

واضح رہے کہ بعد ازاں جب منافقوں کا اصرار حد سے بڑھا تو آنحضرتؐ نے اللہ کے اذن سے ان لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کیا اور بار بار فرماتے رہے سلونی، سلونی۔ پھر یہ بھی وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام منافقین کی نشان دہی کا امر فرما دیا۔

جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ آپ جو کہتے ہیں اور نہ کوئی ایسا لفظ پایا جاتا ہے کہ جس سے آنحضرتؐ کے واسطے علم غیب کا اثبات کیا جائے، صرف شہید کا لفظ مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے اے۔

حالانکہ لفظ ﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً﴾ کا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اطلاع علی المغیبات کو بہت عمدہ طور پر ثابت کر رہا ہے۔ کیوں کہ یہ شہادت تزکیہ کی ہے پس یہ آیت عبارة النص کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ











کو لایا جائے گا اور ان سے ان کی امت کے بارے میں پوچھا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پاک قرار دیں گے اور ان کے صادق ہونے کی شہادت دیں گے۔

اور ایسا ہی تفسیر احمدی میں ہے جس کے آخر میں یہ عبارت ہے:-

فیؤتی بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم فیشهد بعد التهم وذلك قوله تعالى فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيداً وهذه الشهادة وان كانت لهم لا عليهم لكن لما كان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم كالرقيب المهيمن عليهم عدی بعلی، انتہی۔

ترجمہ: پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا، آپ اپنی امت کے عادل ہونے کی گواہی دیں گے، جیسا کہ فرمان الہی ہے ﴿فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيداً﴾، یہ گواہی اگرچہ امت محمدیہ کے موافق ہوگی نہ کہ مخالف، لیکن چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر نگہبان اور نگران ہیں اس لئے ”لہم“ کی بجائے ”علیہم“ فرمایا گیا ہے۔

اور آپ نے یہ جو کہا ہے کہ احتمالی بات شکی ہوتی ہے تو جناب طیب صاحب! ان سے کہیں کہ (۱) احتمالی بات کے مراد کلام ہونے میں تو شک بعض مقام میں ہو سکتا ہے مگر وہ احتمالی بات ممکن الوقوع بلکہ تحقق الوقوع یقیناً ہوا کرتی ہے، خصوصاً آیات قرآنیہ میں، ورنہ تو اس کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ (۲) مزید اس کے آپ تامل تو کریں کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آیت قرآنیہ میں جو احتمال بیان کیا جائے تو وہ احتمال، شرک اور کفر پر منتج ہو؟ (۳) مزید در مزید اس کے تفسیر جمل آیت ہذا یعنی ﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً﴾ میں تو ”احتمال“ کے لفظ کا نام و نشان بھی نہیں۔ پھر آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ عام لوگوں کو مغالطہ دینے کی غرض سے حاشیہ جمل کا قول ذکر کرتے ہیں اور الزام کے خوف سے احتمال کا لفظ بیان نہیں کرتے، اس کا جواب یہ ہے کہ حاشیہ جمل تو ہمارے شہر ملتان میں موجود ہے، آپ کسی ایسی کتاب کا نام لیتے جو ہندوستان میں موجود نہ ہوتی۔ تب بھی کچھ بات بن جاتی اور دھوکہ دی طشت از بام نہ ہوتی۔ لیجئے صاحب! حاشیہ جمل موجود ہے، اس میں اس آیت شریفہ یعنی ﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً﴾ کے معنی میں لفظ ”احتمال“ نکال کر دکھلا دیں، واہ رے صاحب! کیا خوب!

۔ چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

دھوکہ بازی اور مغالطہ دہی کی پوری پوری داد وصول کر کے پھر دوسروں کی پیشانی پر اس کا نشان دیتے ہو؟

اللهم احفظنا واخواننا من هذه الصنعة القبيحة.

قال الطيب: اسی طرح آیت ﴿فلا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول﴾، پڑھ پڑھ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غیب کی سب باتیں ظاہر کر دی ہیں، حالانکہ ان کا یہ قول مفسرین کی تفسیر کے سراسر خلاف ہے، چنانچہ علامہ نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مدارک میں لکھا ہے، ”الا من ارتضى من رسول“ ای الا رسولاً قد ارتضاه بعلم بعض الغيب ليكون اخباره عن الغيب معجزة له فانه يطلع على غيبه ماشاء، انتہی۔

اقول: جناب طیب صاحب! ان بھائیوں کو کہو کہ نسبت علم الہی کے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بعض (ذره بھر) ہے۔ مگر یہ بعض بھی اتنا وسیع ہے کہ سب احوال امت یا سب دقائق دنیا تک محدود اور منحصر نہیں ہے، جیسا کہ آیات اور احادیث سے علم نبوی کی وسعت ثابت ہے بلکہ اس امر میں کوئی اشتباہ نہیں کہ لوح محفوظ پر جو کچھ قلم تقدیر نے لکھا وہ سارا کا سارا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وسیع کا صرف بعض ہے۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل اسلام کے متفقہ عقیدے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ۱۔ وَمِنْ غُلُومِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ.

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بوستان باب سوم میں فرمایا:

۱۔ ولے اہل صورت کجا پے برند کہ ارباب معنی بملکے درند  
۲۔ کہ گر آفتاب ست یک ذره نیست وگر ہفت دریا ست یک قطرہ نیست

علامہ بحر العلوم نے شرح مشنوی میں لکھا ہے ”دل عالم کبیر ہے باعتبار معنی کے، صغیر ہے باعتبار صورت کے، اور جہان عالم صغیر ہے باعتبار معنی کے، کبیر ہے باعتبار صورت کے۔ جناب طیب صاحب! بعض لوگ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اتنا قلیل سمجھتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے انجام کی بھی خبر نہ تھی، معاذ اللہ۔ (حوالہ کیلئے البراہین القاطعہ ملاحظہ ہو، شبلی)



قال الطیب: علامہ ابو السعود حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: الا رسولا ارتضاه لاطهارہ علی بعض غیوبہ المتعلقة برسالته۔

اقول: ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ علم دنیا اور آخرت کا نسبت علم باری عز اسمہ کے بعض ہی ہے۔ لہذا لفظ ”علی بعض غیوبہ“ کا مخالف نہ ہوگا۔ البتہ قول علامہ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کا ”المتعلقة بالرسالة“ ظاہر کے اعتبار سے تو محل نظر ہے، کیونکہ لفظ ”المتعلقة“ ظاہر کے اعتبار سے صفت ہے اور لفظ ”غیوبہ“ اس کا موصوف ہے، حالانکہ جو غیوب متعلقہ بالرسالت ہیں، ان تمام کے تمام پر ”رسول“ کو اطلاع ہونی ضروری ہے، ورنہ تو متعلق بالرسالة نہ رہیں گے۔

جناب طیب صاحب! دیکھو، ان بھائیوں نے علامہ کی ادھوری عبارت نقل کی ہے، سو فقیر عرض کرتا ہے کہ اظہار الاحد علی الغیب اور اظہار الغیب لاحد میں فرق ہے۔ (۱) سو اظہار الاحد علی الغیب کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل شانہ اپنے بندے پر مغیبات (غیوب اضافیہ) کو ایسا منکشف کر دیوے کہ وہ مغیبات اس کے آگے حاضر ہو جاویں اور اس بندے کو ان پر دسترس حاصل ہو جاوے جیسا کہ علامہ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ”فلا یطلع علی غیبہ اطلاعیاً کاملاً ینکشف بہ حلیۃ الحال انکشافاً تاماً موجباً لبعین البقین“ اس کی وضاحت کر رہی ہے۔

اس کی مزید توضیح مسلم شریف، جلد ثانی، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثر سوالہ کی مندرجہ ذیل حدیث نبوی کر ہی ہے۔ ”اِنِّی صُوِّرْتُ لِمِی الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَرَأِیْتُهَا دُونَ هَذَا الْحَانِطِ“ (یہ عین البقین ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت اور دوزخ کا معائنہ اور مشاہدہ کرایا گیا) یہ مشاہدہ اتنا قریبی تھا کہ جنت اور دوزخ سامنے والی دیوار کے فاصلہ پر نظر آ رہی تھیں۔ (۲) اور معنی اظہار الغیب لاحد، اعم ہے، خواہ موجب عین البقین کا ہو یا نہ ہو بلکہ مفید علم البقین کا یا ظن غالب کا ہو۔

جب آپ نے یہ سن لیا تو جواب علامہ ابو السعود کا خود ان کی اپنی عبارت سے حاصل ہو گیا، یعنی خود علامہ کی اپنی عبارت کی رو سے ”وقت قیام الساعة“ کا ایسا علم کامل جو موجب انکشاف تام اور موجب عین البقین (معائنہ و مشاہدہ) کا ہو، اس وقت تک ابو السعود کے نزدیک، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا، سو اس سے واضح ہو گیا کہ ان کی یہ بات مستلزم نفی مطلق ”علم“ وقت قیام الساعة کی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ احادیث دال

ہیں بر ”علم“ وقت قیام الساعة برائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ انشاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر یہ فقیر انہیں مفصلاً بیان کرے گا۔

جناب طیب صاحب! ان بھائیوں کو حاشیہ پر جو تفسیر علامہ ابو السعود کی تھی، اس میں سے تھوڑا سا لفظ جو بادی النظر میں ان کو مفید تھا، نظر آ گیا، لیکن جو اصل تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی بیچ میں تھی، وہ ان کو نظر نہ آ سکی۔ خیر فقیر خود ہی اس کا متعلقہ حصہ نقل کر دیتا ہے، وہ یہ ہے: ”وعندی أَنَّ الْآیَةَ لَا دَلَالَةَ فِيهَا عَلَى شَيْءٍ مِمَّا قَالُوهُ، وَالَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ أَنَّ قَوْلَهُ ”عَلَى غَيْبِهِ“ لَيْسَ فِيهِ مَعْنَى عَمُومٍ، فَيَكْفِي فِي الْعَمَلِ بِمَقْتَضَاهُ أَنْ لَا يُظْهِرَ تَعَالَى خَلْقَهُ عَلَى غَيْبٍ وَاحِدٍ مِنْ غُيُوبِهِ فَتَحْمِلُهُ (ای غیباً واحداً) عَلَى وَقْتٍ وَقَوِّعِ الْقِيَامَةِ، فَيَكُونُ الْمُرَادُ مِنَ الْآيَةِ أَنَّ تَعَالَى لَا يُظْهِرُ هَذَا الْغَيْبَ (أَيِ وَقْتٍ وَقَوِّعِ الْقِيَامَةِ) لِأَحَدٍ، فَلَا يَبْقَى فِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ تَعَالَى لَا يُظْهِرُ شَيْئاً مِنَ الْغُيُوبِ لِأَحَدٍ، اِنْتَهَى۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ”علی غیبہ“ میں عموم نہیں ہے لہذا اگر اللہ تعالیٰ صرف ایک غیب مثلاً ”وقوع قیامت کا وقت“ کسی شخص (غیر رسول مرتضیٰ) پر منکشف نہ کرے اور باقی غیوب منکشف کر دے تو اس صورت میں بھی فرمان الہی ”فلا یظہر علی غیبہ أحد“ درست ہوگا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ جب امر منفی در آیت فلا یظہر علی غیبہ أحد میں ایک غیب (مثلاً وقوع قیامت کے وقت) کا اظہار و انکشاف (برائے غیر رسول مرتضیٰ) ہے، جو کہ مستثنیٰ منہ ہے، تو وہ رسول مرتضیٰ کیلئے لا محالہ ثابت ہوگا، کیونکہ ”مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ مُسْتَثْنًی ہے اور قاعدہ ہے کہ جو چیز مستثنیٰ منہ سے نفی کی جاتی ہے، وہ مستثنیٰ کیلئے ثابت کی جاتی ہے۔

سیاق آیت رسول مرتضیٰ کی فوقیت ثابت کرنے کیلئے ہے، لہذا اگر رسول مرتضیٰ پر بھی وہ ایک غیب (مثلاً وقوع قیامت کا وقت) منکشف ہونے سے رہ جاتا ہے تو رسول کی فوقیت کیسے ثابت ہوگی؟ جبکہ آیت ہذا کا مقصد ہی یہ ہے کہ غیر رسول کے علم سے رسول کے علم کو برتر و اعلیٰ قرار دیا جائے۔

امام رازی کی اس ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر رسول پر وقوع قیامت کا وقت منکشف نہیں ہوتا جبکہ رسول مرتضیٰ پر یہ منکشف کیا جاتا ہے، فالحمد للہ۔



قال: تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے "الا من ارتضى من رسول" ترجمہ: مگر کسے کہ پسند می کند، و آن کس رسولے باشد خواه از جنس ملک مثل جبریل علیہ السلام وخواہ از جنس بشر چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ او را اظہار بر بعض غیوب خاصہ خود سے فرماید تا آن غیوب بمکلفین برساند۔

اقول: جناب طبیب صاحب! ان بھائیوں سے کہو کہ علامہ ابو السعود نے "ماسوائے عین وقت قیام الساعۃ" کے باقی سب مغیبات پر اطلاع، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بتلا دی ہے۔ (جبکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو السعود کی "ماسوائے وقت قیام الساعۃ" کی بات کو اڑا دیا ہے) سو اب پہلے تو ابو السعود پر فتویٰ لگاؤ کہ تمہارے ترجمہ بابت آیت "لا علم الغیب" کے منکر ہیں، پھر شاہ عبد العزیز پر فتویٰ لگاؤ، کیونکہ وہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں کیونکہ تم نے علم غیب (بغیر تفریق غیب مطلق اور غیب اضافی) کو خاصہ خدا کہا تھا اور اسے عقیدہ حقہ ٹھہرایا تھا۔ شاہ صاحب نے اسے جڑ سے اکھڑ ڈالا، یعنی آپ لوگوں نے جس کو "لا یوجد فی غیرہ" کہا تھا شاہ صاحب نے اس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلکہ دوسروں میں بھی مثل جبریل اور موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں، بلکہ مکلفین میں بھی اس خاصہ کو موجود قرار دے دیا، اب شاہ عبد العزیز پر جو چاہو فتویٰ لگا دو، اسی طرح امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی فتویٰ داغو، کیونکہ انہوں نے تو "عین وقت قیام الساعۃ" کے انکشاف تام موجب عین الیقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت مان لیا۔

قال الطیب: بیضاوی نے آیت کریمہ ﴿وَمَا أُوتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ کے معنی میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب پر تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ خطاب کیا ہم لوگوں کو ہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا "بَلْ نَحْنُ وَآلُکُمْ" یعنی ہم تم سب کو۔

اقول: جناب طبیب صاحب! دیکھ لو کہ آپکے یہ بھائی کتنے چالاک اور دھوکہ باز ہیں، اس آیت ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ میں خطاب، کفار کی طرف تھا، جو کہ روح کے بارے میں سوال اٹھانے والے تھے۔ چنانچہ کفار سائلین نے اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے یہ پوچھا تھا کہ آیا اس خطاب سے صرف ہم کفار ہی مختص ہیں؟ جیسا کہ بیضاوی کا ماقبل اور مابعد صاف دلالت کر رہا

ہے کہ پوچھنے والے کفار تھے نہ کہ صحابہ کرام تو ان کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا بلکہ ہم (ملت اسلامیہ، امت محمدیہ) اور تم (کفار و مشرکین) سب اس میں شامل ہیں، ان چالاک بھائیوں نے کفار کی جگہ صحابہ لکھ مارا۔

افسوس! کہ ان چالاک لوگوں کا یہ فہم اور جرأت ہے کہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی قلت علم اور آپ کا جہل ثابت کر رہے ہیں، نعوذ باللہ من ہذہ الجحۃ، استغفر اللہ۔

آیت ﴿وَمَا أُوتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ کے نزول کے بعد یہود نے کہا "ما اعجب شانک، ساعۃ تقول ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً، وساعۃ تقول ہذا؟" پس مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئی ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامًا وَآه﴾ اس کے شان نزول میں محققین نے فرمایا ہے کہ کلمات اللہ سے اس آیت میں، اور کلمات ربی سے آیت ﴿قُلْ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدادًا لَکَلِمَاتِ رَبِّی﴾ میں، مراد وہ حقائق اور معارف ہیں جو ذات پاک جل جلالہ و عم نوالہ نے اپنے محبوب کریم سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر افاضہ فرمائے ہیں، جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا کلام مفصلاً پہلے گذر چکا ہے۔

قال الطیب: تفسیر کبیر اور تفسیر غیشا پوری میں زیر آیت ﴿ولو کنت اعلم الغیب﴾ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل اور اس کا علم محیط ہے، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت کم ہے اور علم محیط نہیں ہے۔

اقول: اہل السنۃ والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت، علم اور اسی طرح جملہ صفات کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، علم اور دیگر صفات سے نہیں ہو سکتا، اگر تفہیم مسئلہ کیلئے مقابلہ کیا جائے تو حق یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا علم سات سمندروں سے سمجھایا جائے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایک قطرہ سے سمجھایا جائے گا۔

البتہ جہاں تک نبوی صفات کی وسعت فی نفسہ اور ان کی کاملیت فی ذاتہ کا تعلق ہے تو عقل انسانی کی مجال نہیں ہے کہ وہ کمالات نبوت کا احصاء کر سکے یا ان کی وسعت کو ناپ سکے۔

جناب طبیب صاحب! آپ ان چالاک بھائیوں سے فرمائیں کہ حضرت سلیمان



علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا، طرفہ العین (پلک جھپکنے) میں تخت بی بی بلقیس کا سینکڑوں کوسوں سے حاضر کردیوں اور بعض اولیاء کرام کو وہ قدرت منجانب اللہ عطا کی جاوے کہ دریا کے اوپر سے گذر جاویں مگر قدم تر نہ ہو، اور دریا کے اوپر مصلے بچھا کر چلے جاویں، نیز فرشتہ فرو ماند از سیر او، انہیں کی شان ہو اور ایسا ہی بیک نعرہ کوہے زجاہر کنند، انہیں کی عظمت کا بیان ہو، نیز علوم اولیاء کا یہ حال کہ کافی کچھ لوح محفوظ پر مطلع ہوں، جب اولیاء کرام کا یہ حال ہو تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کیا پوچھنا؟ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ قوت عطا فرمائی کہ عصا مار کر دریا کو بارہ ٹکڑے کر دیا اور طمانچہ رسید کر کے حضرت عزرائیل علیہ السلام جیسے عظیم فرشتہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ قوت عطا فرمائی گئی کہ کئی اکمہ اور ابرص کو ساعت واحدہ میں تندرست اور خوبصورت بنا دیا۔ اسی طرح مردہ کو قم باذن اللہ کہہ کر پل بھر میں زندہ کر دیا۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی عظیم الشان معجزات سے نوازا گیا، میرے اور آپ کے آقاء و مولیٰ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ شرف، عظمت، کرامت اور قوت عطا کی گئی کہ اس کے مظاہر لاتعد ولا تحصی ہیں، مختصراً ایکنہ رفتار کے وقت پتھر نرم ہو جائیں کہ پاؤں مبارک کو اذیت نہ پہنچے اور ریت سخت ہو جاوے تاکہ پاؤں مبارک دھنس نہ جاویں، نیز جب کسی درخت کو بلا بھیجیں تو برابر جڑوں کو کھینچتا ہوا چلا آوے اور جب چاند جیسے جرم علوی کی طرف انگشت مبارک کا اشارہ فرماویں تو دو ٹکڑے ہو جاوے اور آفتاب کو غروب کے وقت واپس پلٹا دیویں تاکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز پڑھ لیویں اور لیلہ اسریٰ میں ہزاروں برس کی مسافت لمحہ میں طے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے گذر جاویں، جبکہ ملائکہ پیچھے رہ جائیں۔ بھلا صاحب! اس سے زیادہ کیا قوت چاہتے ہو؟ حالانکہ جسم منور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین سے عرش پر زمانہ قلیل میں پہنچ جاوے اور عرش بریں سے سیر کل سموات اور سیر جنت وغیرہ۔ نیز سیر کل طبقات زمین وغیرہ کر کے اقل قلیل زمانہ میں واپس آ کر اپنے خانہ منور کو مشرف فرماویں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وسیع کا وہ درجہ کہ تمام احکام شرعیہ جن کا شمار کرنا امر لا یطاق ہے، تمام حالات ما کان وما یکون کے حافظ ہوں، بلکہ درجہ مانفدت کلمات اللہ کا آپ کو حاصل ہو۔

جناب طبیب صاحب! آپ اپنے بھائیوں سے پوچھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی قوت اس درجہ کی کامل نیز علم اس درجہ کا شامل، پھر اب قلت فی نفس الامر اور قصور فی نفس الامر مراد ہے؟ یا کہ بہ نسبت قدرت و علم ایزدی کے؟ اگر ثانی کہیں تو اس میں تو بحث ہی نہیں ہے، کسی نادان سے بھی پوچھو تو وہ بھی اس میں ذرہ بھر شک نہ کرے گا۔ لیکن اگر آپ لوگوں کی مراد اول ہے، جیسا کہ یہود، مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ نے کہا تھا تو اس کا جواب خود خدائے پاک جل جلالہ و عم نوالہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات میں بارہا فرما چکے ہیں، لیکن جناب طبیب صاحب! بعض لوگوں کا کیا علاج ہے جو یہاں تک کہتے ہیں کہ آنحضرت کو تو اپنے انجام کی بھی خبر نہ تھی، معاذ اللہ ایسے لوگوں کی اصلاح کی بھی کچھ فکر کرو۔

قال الطیب: پہلی حدیث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انکم تحشرون حفاة عراة غرلا ثم قروء کما بدأنا اول خلقی نعیدہ آہ فاول من یکسیٰ یوم القیامۃ ابراہیم وان ناساً من اصحابی یؤخذ بہم ذات الشمال فاقول اصیحابی اصیحابی فیقال انہم لن یزالوا مرتدین علی اعقابہم مذ فارقتمہم (وفی روایۃ اخری) فاقول سحقاً سحقاً لمن غیر بعیدی، اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حالات سے بے خبر ہیں۔

اقول: جناب طبیب صاحب! اپنے بھائیوں سے پوچھو کہ کیا اس حدیث شریف کے تمام جملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے علم غیب ثابت نہیں کر رہے؟ جبکہ اس کے ایک ایک لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب مستقبل کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔

چشم بد اندیش کہ برکنندہ باد عیب نماید، ہنرش در نظر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی ظاہری میں جانتے ہیں کہ میری امت، دن قیامت کے پا برہنہ، نگے بدن، بے ختہ مشہور ہوگی، یہ غیب کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور ایسا ہی فاول من یکسیٰ یوم القیامۃ ابراہیم، یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، یہ غیب کی بات نہیں تو کیا ہے؟ نیز یہ کہ یؤخذ بہم ذات الشمال غیب کی بات نہیں تو کیا ہے؟ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ فلاں فلاں لوگ دین میں رد و بدل کریں گے، جیسا کہ لفظ اعرفہم دلالت کر رہا ہے، اور فرشتے مجھ کو یہ کلمہ انک لا تدری ما احدثوا بعدک



کہیں گے، جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو پہچانتے ہیں اور ان کا دین میں تبدیلیاں کرنا بھی جانتے ہیں تو پھر کونسا دقیقہ باقی بچ گیا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے اوجھل رہ گیا؟ اگر مانا جائے کہ کوئی دقیقہ باقی رہ گیا ہے تو ان چالاک بھائیوں سے پوچھو کہ تم لوگ حدیث نبوی: تَعْرِضُ عَلَيَّ اَعْمَالُ امْتِي يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ آه، ترجمہ: میری امت کے احوال ہر سوموار اور ہر جمعرات کو میرے اوپر پیش کئے جاتے ہیں۔ کو مان چکے ہو اور اسے بالکل صحیح تسلیم کر چکے ہو تو پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ دقیقہ کیونکر خفی رہ گیا؟ اور یہ جو ان چالاک بھائیوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا بدعتی ہو جانا اور مرتد ہو جانا معلوم نہ تھا تو یہ بات اس حدیث کی رو سے غلط ہے کیونکہ یہ حدیث صاف صاف بتلا رہی ہے کہ ان لوگوں کا بدعتی اور مرتد ہونا آپ کو بخوبی معلوم تھا، تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو ان کے بارے میں پیشگی اطلاع دی ہے۔ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی اطلاع نہ دیتے تو تم لوگوں کو بھی معلوم نہ ہوتا، لہذا ان چالاک بھائیوں کا یہ دعویٰ غلط ہو گیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کا ہوتا تو ان کا بدعتی اور مرتد ہونا ضرور معلوم ہوتا، اب ہماری تقریر سے واضح ہو گیا کہ استثناء نقیض ثانی کا باطل ہے تو نتیجہ بھی باطل ہوگا اور نتیجہ نقیض مقدم کی تھی جب نقیض مقدم کی باطل ہوئی تو مقدم ثابت ہوا۔

اور یہ جو ان لوگوں نے کہا ہے کہ اول اصحابی اصحابی کہنا پھر حقا حقا کہنا اس سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا احوال معلوم نہ تھا۔ یہ بات غلط ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے صیغہ تصغیر (برائے تحقیر) استعمال فرمایا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا احوال معلوم نہ ہوتا تو ان کے لئے یہ صیغہ استعمال نہ فرماتے۔ جناب طبیب صاحب! آپ کے بھائیوں کی سمجھ الٹی ہے کیونکہ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے تھے کہ فلاں فلاں لوگ مرتد ہو جائیں گے اور احداث بدعت کریں گے اور یہ بھی جانتے تھے کہ میں یہ لفظ کہوں گا، پھر فرشتے مجھ کو یہ بات کہیں گے، پھر میں یہ لفظ کہوں گا، بھلا صاحب! وہ کونسی چیز ہے جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بے خبر ہیں؟

بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ چالاک بھائی خود تو غیب کی بات بتلا رہے ہیں اور غیب دان بنے بیٹھے ہیں مگر جس مظہر المغیبات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات سے

یہ غیب کی باتیں سن سن کر بیان کر رہے ہیں، ان سے اطلاع علی المغیبات (الغیب الاضافیہ) کی نفی ثابت کرنے کی کوشش عبث کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع علی المغیبات حاصل نہیں ہے، واہ رے بھائیو! قربان ہو جاؤں، آپ کی چالاکي پر، چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

قال الطیب: دوسری حدیث عن عمر بن الخطاب قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع علينا رجلٌ شديداً بياض الثياب آه اور صاف طور پر فرمایا کہ قیامت کا علم مجھے تجھ سے زیادہ نہیں یعنی جس طرح اس کے وقت کا پتہ تجھے نہیں ہے، اس طرح مجھے بھی نہیں ہے۔

اقول: ان چالاک بھائیوں سے پوچھو کہ یہ مراد اور نتیجہ یعنی جس طرح اس کے وقت کا پتہ تجھے نہیں ہے آہ کہاں سے نکالا ہے؟ اور کونسا لفظ ما المسئول عنها باعلم من المسائل میں سے آپ کی مراد اور نتیجہ پر دلالت کرتا ہے؟ بلکہ درحقیقت یہ لفظ تو بالمطابقت دلالت کرتا ہے نفی زیادہ پر نہ کہ نفی نفس علم پر، اس لفظ سے تو صاف مفہوم ہو رہا ہے کہ علم الساعۃ دونوں یعنی سائل اور مسئول عنہا کو حاصل ہے مگر علم مسئول عنہا، علم سائل سے زیادہ نہیں، محاورہ لغت عرب کا اسی پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ کہا جاوے کہ ما زید باعلم من عمرو، یہاں نفی زیادہ کی مقصود ہوتی ہے نہ کہ نفی نفس علم کی، کاش آپ لوگ لغت عرب سیکھنے پر وقت لگاتے!

جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے پوچھو کہ تمہارے نزدیک تو بندہ کے باطن کا حال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جانا، شرک کے زمرے میں آتا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرشتے جبریل کے باطن کا حال بتا دینا تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تمہارے نزدیک شرک ہوگا۔ تو پھر بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علی نبینا وعلیہ السلام کے باطن کا حال کیونکر بتا دیا؟

قال الطیب: تیسری حدیث عن رافع ابن خدیج قال قدم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہم یؤیرون النخل آہ۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نامعلوم امر کے معلوم کرنے میں اور ہر معلوم کی معلومیت قائم رکھنے میں محتاج الی اللہ ہیں۔

اقول: جناب طبیب صاحب! اپنے ان سادہ دماغ بھائیوں کو ذرا سمجھاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات محض اس لئے فرمائی کہ توکل جیسی صفت بلند پایہ



کی طرف متوجہ فرمائیں۔ جب کوئی بندہ خدا، توکل کی اعلیٰ کیفیت سے متکلیف ہو جاتا ہے تو اسباب کی تاثیر کی بجائے وہاں جذبہ توکل کی تاثیر کار فرما ہو جاتی ہے، لیکن عمومی طور پر چونکہ یہ اسباب کا جہان ہے اسلئے بعد ازاں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاثیر کی اجازت بخشی، یہ امر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی نشان دہی کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت شکایت نقصان، ان لوگوں کی تسلی کے واسطے، اپنی جانب اس کو موڑ دیا، یہ آپ کی طرف سے کمال اظہار عبودیت تھا۔ اس میں نکتہ یہ تھا کہ ان لوگوں کی دل شکنی نہ ہو، اس امید پر کہ بالدرتج وصف توکل کی تلقین سے وہ لوگ اس مقام کو پالیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت فرماتے ہوئے، اسباب کے استعمال کی اجازت تو مرحمت فرما دی، ورنہ جب نقصان ہوا تھا تو اگر وہ لوگ اسے برداشت کر لیتے تو یقیناً توکل کا غیبی نتیجہ اور اس کی برکت آئندہ ضرور برآمد ہوتی۔ ارشاد قرآنی ہے ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ ترجمہ: جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔ اس سال تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تاثیر (پیوندکاری) سے محض اس لئے بھی منع فرمایا تھا کہ اس سال زیادہ پھل نہ آنے کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بے سود مشقت اٹھانے سے روک دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین اور آسمان کی پیدائش سے لیکر تادخول جنت سب حالات ماضیہ و مستقبلہ سے تو خوب مطلع اور خبردار ہوں لیکن نزول وحی کی سہولت حاصل ہونے کے باوصف بھی اس چیز سے آگاہ نہ ہوں، یہ عقیدہ آپ ہی کو مبارک ہوا کسی نے بد اندیش کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:-

در ہنرے داری و ہفتاد عیب دوست نہ بیند بجز آں یک ہنر  
چشم بد اندیش کہ بر کنندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت علم کہ جس سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھرے ہوئے ہیں، افسوس کہ ان چالاک بھائیوں کی نظر ان پر نہ پڑی، صرف ایک چیز تاثیر نکل پر نظر جا پڑی، اور یہ جو کہا کہ ہر وقت محتاج الی اللہ ہیں۔ کسی وقت، خدا سے مستغنی نہیں، سو عرض ہے کہ کسی اہل اسلام سے پوچھو کہ

کوئی چیز کسی امر میں کسی وقت، خالق عالم سے مستغنی ہے؟ یہ آسمان جو مدت دراز سے پیدا ہوئے ہیں، اپنے دوام میں یا اپنے افعال میں آیا کسی وقت مستغنی ہو جاتے ہیں؟ ادنیٰ اہل اسلام بھی یہ بات نہ کہے گا، ایسی دھوکہ بازی کی باتیں بنا بنا کر آپ کو سناتے ہیں اور یہ جو کہا ہے کہ جیسا کہ عوام کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہر وقت ہر شئی کو محیط ہے، سو عرض ہے کہ عوام کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ علم کے کیا معنی ہیں؟ آیا علم کا معنی حصول صورۃ الشئی فی العقل ہے؟ یا حاضر عند المدرک ہے؟ جو وہم، شک، ظن اور یقین سب کو شامل ہے، یا اذعان النسبۃ غیر قابل الزوال ہے؟ یا استحضار المسائل ہے؟ یا نفس المسائل ہے؟ یا ملکہ الاستنباط ہے؟

اسی طرح عوام تو محیط کے معنی کو بھی نہیں جانتے، پھر ان عوام کی طرف نسبت اعتقاد کی کرنی جس کو وہ جانتے ہی نہیں، دھوکہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟

ہاں اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر ہے (بإطلاع اللہ تعالیٰ) تو البتہ درست ہے اور مان لینے کی بات ہے۔

جناب طبیب صاحب! آپ اپنے ان بھائیوں سے پوچھو کہ آپ جو اس پر شرک صریح کا فتویٰ لگا رہے ہو، تو ذرا یہ تو بتاؤ کہ یہ شرک صریح کس امر سے لازم آتا ہے؟

(۱) اگر ”ہر وقت“ سے لازم آتا ہے تو ہر وقت سے ہر وقت بعد النبوة مراد ہے؟ یا زمانہ ازلیہ، مگر زمانہ ازلیہ کا ارادہ تو خارج از امکان ہے، لہذا ہر وقت بعد النبوة ہی متعین بالمراد ہوا، اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم باللہ اور علم بصفات اللہ کا جو کہ علم غیب اور عین ایمان ہے۔ لگاتار، ہر وقت حاصل رہتا ہے؟ یا کہ کسی وقت میں زائل بھی ہو جاتا ہے، اگر دوسری شق کو اختیار کرو گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت مسلوب الایمان ہونا، العیاذ باللہ تعالیٰ، آپ لوگوں پر وارد ہوگا اور اگر شق اول کو اختیار کرو گے تو وہی تمہارا فتوئے شرک صریح تم پر عائد ہوگا۔

(۲) اور اگر ”ہر شئی“ سے وہ شرک لازم آتا ہے تو ہم جواباً کہتے ہیں کہ ہر شئی سے یہاں کُلُّ شَیْءٍ تَعَلَّقَ بِهِ مَشِیئَةُ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ يَعْلَمَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَا یَحِیْطُونَ بِشَیْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ، اسی طرح تخصیص لفظ کل شئی کی بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ جیسا کہ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اور إِنَّ اللَّهَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، یعنی کل شئی تعلق بہ مشیئۃ اللہ تعالیٰ۔



(۳) اور اگر ”محیط“ سے لازم آتا ہے تو آیت مذکورہ کی تفسیر میں صاحب تفسیر حسینی نے لکھا ہے، ”مگر بدانچہ او خواہد کہ بداں محیط شوند“ اب آپ لوگ اپنے معتمد علیہ مفسر پر شرک صریح کا فتویٰ لگائیں، نیز شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ پر بھی مشرک ہونے کا فتویٰ لگاؤ، کیونکہ انہوں نے مدارج النبوة کے خطبہ میں تحریر فرمایا ہے:-

الظاہر والباطن، ظاہر است انوار او کہ تمام آفاق را در گرفتہ و عالم را روشن ساختہ است و بیچ ظہورے مثل ظہور وے، و بیچ نورے مثل نور وے، نیست، و باطن ست اسرار وے کہ بیچ کس بدرک حقیقت حال وے راہ نبرده و دور و نزدیک ہمہ در نظارہ کمال و جمال وے حیران و خیرہ ماندہ۔ و ہو بکل بشیٰ علیم، و وے صلی اللہ علیہ وسلم دانا ست بر ہمہ چیز از شیونات الہی، و احکام و صفات حق و اسماء و افعال و آثار، و کجیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر احاطہ نموده و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ، علیہ من الصلوٰات اکملہا و من التحیات اتمہا و افضلہا۔

ترجمہ: ظاہر ہیں آں ذات کے انوار کہ تمام آفاق کو گھیر رکھا ہے، اور سارے عالم کو روشن کر رکھا ہے، اس کے ظہور جیسا کوئی ظہور نہیں اور اس کے نور جیسا کوئی نور نہیں، اس کے اسرار ایسے ہیں کہ کوئی شخص بھی کلی طور پر ان کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا، دور و نزدیک سب، نظارہ کمال و جمال میں حیران اور خیرہ رہ گئے۔ و ہو بکل بشیٰ علیم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں ہر چیز از قسم شیونات الہی، احکام، صفات حق، اسماء، افعال، آثار اور تمام ظاہری اور باطنی علوم، اول آخر سب کا احاطہ فرمایا اور مصداق فوق کل ذی علم علیم کے ہو گئے، علیہ من الصلوٰات اکملہا و من التحیات اتمہا و افضلہا۔

قال الطیب: پانچویں حدیث وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت من اخبرک ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الخمس النی قال اللہ تعالیٰ ان عندہ علم الساعۃ فقد اعظم الفریۃ آہ، جو لوگ منبروں پر واعظ بن کر بے کھٹکے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے۔ بعض امور کے کشف یا وحی کی قید نہیں لگاتے، یہ حدیث انہی لوگوں کو پوری پوری تنبیہ کر رہی ہے مگر وہ متنبہ نہیں ہوتے۔

اقول: طیب صاحب! اپنے ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کا تم نے خود جواب دے دیا ہے کہ حضرت عائشہ کے اس قول سے تو یعلم الخمس بدون الکشف او بدون الوحی، مراد ہے، لہذا واعظ کا یہ قول کہ ان پانچ

چیزوں کا علم بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے، اسی پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ امور کا علم بالاستقلال اور ذاتی نہیں بلکہ بالوحی یا بالکشف ہے، کیونکہ جو چیز بالاستقلال اور ذاتی طور پر حاصل ہو اس کو ”دی گئی“ نہیں کہا جاتا۔ اپنے ان بھائیوں سے پوچھو کہ تم نے جو بعض کا لفظ بڑھایا ہے تو بتاؤ کہ پانچ میں سے وہ کون سا بعض ہے جو وحی یا کشف سے حاصل ہو گیا ہے اور وہ کونسا بعض ہے جو باقی رہ گیا ہے؟

جناب طیب صاحب! علم الساعۃ کے بارے میں چند گذشتہ مقامات پر بحث و مباحثہ ہوتا آیا ہے، اور یہ فقیر بھی مسلسل دلائل شرعیہ پیش کرتا آیا ہے، اب یہ اخیر مقام ہے، اب یہ فقیر کچھ بات عرض کرنا چاہتا ہے، مگر آپ سوچ سمجھ کر اپنے چالاک بھائیوں سے استفسار فرمادیں۔

ضروری بات یہ ہے کہ آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ میں الساعۃ کا لفظ واقع ہوا ہے، اور ایسے ہی حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں فاصبرنسی عن الساعۃ کا لفظ وارد ہوا ہے، سو اس بارے میں عرض ہے کہ:-

(۱) اگر ساعت کے لفظ کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو پھر ان لوگوں کا استدلال صحیح نہیں ہوتا، کیونکہ کتاب اللہ اور کتب احادیث بھرے ہوئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع ساعت (وقوع قیامت) کا علم دیا گیا ہے، اس وقت آیت مذکورہ کے یہ معنی ہوں گے کہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ بالاستقلال۔

(۲) اور اگر ساعت سے مجاز مراد لیا جائے یعنی ان اللہ عندہ علم وقت الساعۃ تو امام بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے:-

قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحدث إذ جاء اعرابی فقال متی الساعۃ قال اذا ضیعت الامانۃ فانظر الساعۃ قال کیف اضاعتها قال اذا وُبد الامر الی غیر اہلہ فانظر الساعۃ۔

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ایک بدو آیا اور کہا، قیامت کب ہو گی؟ آپ نے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے، تو قیامت کا انتظار کرو، اس نے کہا کہ امانت کو ضائع کرنے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا، جب معاملات، نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو تم قیامت کا انتظار کرو۔



اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت الساعة معلوم نہ ہوتا تو کہہ دیتے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ نیز امام بخاری کی یہ حدیث گزر چکی ہے:-

اخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم۔ ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ابتداء آفریش سے لیکر، اہل جنت کے جنت میں اور اہل جہنم کے جہنم میں داخلے تک کے تمام حالات بتا دیئے۔

اور علامہ قسطلانیؒ سے اس حدیث کی تشریح سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے، اور مسلم سے مندرجہ ذیل حدیث بھی گزر چکی ہے:-

عن حذیفۃ قال اخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم بما هو كائن الى يوم القيامة۔ ترجمہ: حضرت حذیفہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے ماہو کائن الی یوم القیامۃ۔ قیامت تک ہونے والا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں تحدید الی یوم القیامۃ کی، معلومیت وقت الساعة پر دلالت کرتی ہے۔

حافظ محی السنۃ بغوثیؒ نے معالم التنزیل میں مندرجہ ذیل حدیث بیان کی ہے:-

عن أبي سعيد الخدري قال قام فينا النبي صلى الله عليه وسلم يوماً بعد العصر فما ترك شيئاً إلى يوم القيامة إلا ذكره في مقامه ذلك حتى إذا كانت الشمس على رؤس النخل وإطراف الحيطان قال أنه لم يبق من الدنيا فيما مضى منها إلا كما بقي من يومكم هذا۔ (البقره: ۱۴۳)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن، نماز عصر کے بعد خطبہ دیا، پس آپ نے قیامت تک پیش آنے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کا ذکر فرمایا، یہاں تک کہ جب دھوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے بالائی کناروں تک پہنچ گئی تو فرمایا کہ دنیا کا اتنا وقت باقی ہے جتنا کہ آج کے دن کا یہ وقت۔

مندرجہ ذیل حدیث صحاح میں مروی ہے:-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سابقہ انما أجلکم فیما خلا عن الأمم کما بین امتوں کے بعد اب تمہاری میعاد اتنا وقت ہے صلوة العصر إلى مغرب الشمس۔ جتنا کہ نماز عصر سے لیکر غروب آفتاب تک۔

مندرجہ ذیل حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں:-

بعثت انا والساعة كهاتين۔ ترجمہ: میں اور قیامت یوں قریب قریب ہیں۔

امام مسلم نے ایک حدیث دجال کے حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

فينا هم كذلك إذ بعث الله ربحاً طيبةً ترجمہ: تو وہ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ فتناخذهم تحت آباطهم فتقبض روح كل الله تعالى پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو انہیں بغلوں مؤمن وکل مسلم ویقبض شرار الناس نے نیچے گرفت کرے گی، پس ہر مؤمن اور یتھار جون فیھا تھارج الحمر، فعلیہم ہر مسلم کی روح پرواز کر جائے گی مگر شریر لوگ باقی بچ جائیں گے جو گدھوں کی طرح تقوم الساعة۔ بیٹگتے ہوں گے، ان پر قیامت قائم ہوگی۔

امام مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

قال سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فيبقى شرار الناس في خفة الطير واحلام السباع لا يعرفون معروفاً ولا ينكرون منكراً فيمثل لهم الشيطان فيقولون فما تأمرنا فیأمرهم بعبادة الأوثان وهم في ذلك، دار رزقهم، حسن عيشهم، ثم ينفخ في الصور فلا يسمعه أحد إلا اصغى لينا و رفع لينا قال وأول من يسمعه رجل يلوط حوض ابله قال فيصعق، ويصعق الناس ثم يرسل الله أوقال ينزل الله مطراً كأنه الطل أو الظل، نعمان الشاك، فتنبث منه أجساد الناس ثم ينفخ فيه أخرى فاذا هم قيام ينظرون۔ ترجمہ: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شریر لوگ باقی بچ جائیں گے جو خفیف العقول پرندوں اور فقید الغیرت درندوں کی مانند ہوں گے، یہ لوگ نہ تو نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ ہی برائی کو برائی سمجھیں گے۔ پس شیطان بھیس بدل کر انہیں کہیے گا، کیا تم لوگ میری بات نہیں مانو گے؟ وہ لوگ کہیں گے تمہارا کیا حکم ہے؟ سو وہ انہیں بتوں کی پرستش کا حکم دے گا چنانچہ وہ لوگ اسی میں مشغول ہو جائیں گے، خوب کھانا پینا ہوگا، اور زندگی بڑی دلکش ہوگی، پھر صور پھونکا جائے گا، جو بھی اسے سنے گا، اس کی گردن ڈھلک جائے گی، پہلا شخص جو صور کی آواز سنے گا وہ اس وقت اپنے اونٹ کے



حوش کی لپائی کر رہا ہوگا وہ بے ہوش ہو جائیگا  
دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے،  
پھر اللہ تعالیٰ ہلکی، مسلسل بارش برسائے گا،  
لوگوں کے اجسام اس سے اُگ آئیں گے،  
پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ کھڑے  
ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے البدور السافرة میں ابوداؤد اور نسائی وغیرہما سے یہ  
حدیث بیان کی ہے:

اَنْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ | ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
ان من ايامكم يوم الجمعة فيه خلق آدم | تمہارے دنوں میں، ایک دن، جمعہ کا ہے،  
عليه السلام وفيه قبض وفيه نفخة الصور | اس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی میں  
وفيه الصعقة. | فوت ہوئے، اسی میں صور پھونکا جائیگا، اور  
اسی میں کڑک واقع ہوگی۔

نیز البدور السافرة میں مندرجہ ذیل حدیث بیان کی گئی ہے:-

احمرج ابن ابي حاتم عن ابن عباس قال | ترجمہ: ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے  
يَسْبُلُ وَاِدٍ مِنْ اَصْلِ الْعَرْشِ مِنْ مَاءٍ فِيمَا | روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا، عرش کی جڑ  
بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ وَمِقْدَارُ مَا بَيْنَهُمَا اَرْبَعُونَ | سے ایک واوی بچے گی، دو نفخوں کی درمیانی  
يَوْمًا. | مدت میں، یہ مدت چالیس دن کی ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام اشراط الساعۃ (علامات قیامت) پر مطلع ہونا  
اور قیامت کے بارے میں ہر چھوٹی بڑی بات سے مکمل طور پر باخبر ہونا اور نہایت باریک  
سے باریک تفصیلات سے آگاہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وقت قیامت سمیت، تمام امور  
متعلقہ بالساعۃ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ آخری نبی بھی ہیں  
واقف فرما دیا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ اول نفلہ صور کا فلاں شخص سنے گا  
آہ اس شخص کی یہ کیفیت اور حالت ہوگی، جیسا کہ حدیث مسلم میں گذرا ہے، نیز نفلہ صور

سے پیشتر کے تفصیلی احوال، ذرہ بذرہ، مع مدت بین النشئين، نعین کے ساتھ، اور دیگر سب  
کا سب بتا دیا ہے، تو پھر آپ لوگوں کا انکار پر ڈٹے رہنا سمجھ سے بالاتر ہے، اگر آپ  
لوگ ان تفصیلات کا مطالعہ کریں تو آپ مان جائیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو  
وقت الساعۃ پر من جانب اللہ، اطلاع کر دی گئی تھی، مگر ضد کا کوئی علاج نہیں۔

کسی قدر احادیث اس فقیر نے بیان کر دی ہیں، تمام احادیث شریفہ کو بیان کرنا  
طوالت کا باعث ہوگا، اسلئے یہ فقیر اسی پر اکتفاء کرتا ہے، ورنہ فقیر کے پاس مزید احادیث  
مبارکہ کا وافر ذخیرہ دستیاب ہے۔

جناب طبیب صاحب! اپنے ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ تمہارے پیشوا جناب  
مولوی محمد صاحب لکھو کیاں والے نے اپنی کتاب احوال الاخرۃ میں جو لکھا ہے اس پر ذرا  
نظر ڈالیں کہ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ تھوڑے سے بیت یہ فقیر بھی سنا دیتا ہے:  
قط ہوئی دو سال جگ اندر پیش ظہور دجالوں | ترستجے سال ہوئی جگ اندر وہندوکار دجالوں  
پھر مولوی صاحب آگے جا کر لکھتے ہیں:-

بادشاہی مہدی دی مدت، وچ حدیثاں آئی | ست درہے یا اٹھ یا نوں سال اے ہائی  
ظاہر وچ تطابق لکھیا، ست فراغوں ہوئی | اٹھویں سال دجال لڑائی فتہ اٹھ کھلوی  
نانویں سال محمد مہدی، عیسیٰ نال وبا وے | جاں سال انجونجہ عمر تمامی، مہدی لذ سدا وے  
حضرت عیسیٰ کرے جنازہ کفن دفن اوستائیں | اوس تھیں پچھے حضرت عیسیٰ حکم کرے ہر جائیں  
جناب مولوی محمد صاحب لکھوی اس کے بعد کہتے ہیں:-

حضرت عیسیٰ دنیا اتے سال رہے پنجتالی | خلقت اندر رونق برکت بہت رہے خوش حالی  
عورت گریسی، بیٹے بوسن، موت کر لسی پھیرا | نبی صاحب دے روئے اندر قبر کر لسی ڈیرا  
پچھے انہاں، خلیفہ میموں شخص ہوئی قحطانی | اوس نام ہوئی حجابہ خلیفہ عادل نیک حقانی  
پھر آگے چل کر کہتے ہیں:-

فر دُھون آن ہوئی اسمانوں ظاہر وٹ | زمیں بھر آ دے  
خلقت تنگ ہوئی اس دُھون تھیں خوف دلاں نوں دھا وے۔  
مومن بند دماغ، آوارہ حالت جویں زکامی | سخت بیہوش منافق سارے، ہور کافر تمامی



دو بجے روز، کنکباں ترے ہوش نکالنے آوے چالی روز رہے دھوں باقی پھر اسماں دسیاوے  
ذوالحجہ مہینے عیدوں پچھے رات لمی اک پوسی چھوٹے دڑے جاگن دیکھن صبح نہ ہرگز ہوسی  
ترہ نہ چنہ راتیں قدر ہا زنی خلقت عاجز آوے فر کی سورج مغرب توں چاچیت دسیاوے  
سوا پہر لگ اچا آوے سورج مغرب داؤں فر ہنکر وانگ ہمیشہ لہسی مغرب حکم خداؤں  
فر اس تھیں پچھے جویں ہمیشہ سورج چڑھے نورانی فر ہک دابہ ظاہر ہوسی صورت ہفت حیوانی  
پھر آگے چل کر کہتے ہیں:

فارغ ہو کے غائب ہوسی دابہ پھیر کتاہیں اس تھیں پچھے وہاں روز قیامت تاہیں  
پھر اس کے بعد ریح اور آگ کا حال بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-  
آتش ہنکر غائب ہوسی لوگ سنبھالن گھرنوں ملک آباد ہوئے فرجاؤں اپنے ملک شہرنوں  
اس تھیں پچھے خلقت دسی سال ترے یا چارے بارش بہت تے نعت وافر غفلت نال گذارے  
اچاچیت صبح دے ویلے سنسن نفعہ صوری روز جمعہ دا ہوسی نالے دہواں روز عاشوری  
پھر آگے چل کر نفعہ صوری کے بارے میں کہتے ہیں:-

دھوڑ جسیان نوں داخل ہوسن زندہ تھیں سارے دھرتی پائی، نکل دوڑن، دہشت مارے  
فرق دوہاں نغیاں وچ ہوسی لکھیا سالاں چالی جیوں کر شکم ماہ تھیں جم اٹھسں اوے حالے  
جناب طبیب صاحب! اب آپ فرمادیں کہ کونسا دقیقہ باقی رہ گیا ہے جو کہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت الساعۃ سے بیان نہیں فرمایا؟ کتب احادیث میں ذرا  
نظر فرمائیں، آپ کے دماغ کا عقدہ اچھی طرح کھل جائے گا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے پیدائش سے لیکر دخول جنت تک سب  
کچھ بتا دیا اور زمانہ دجال اعظم کے قیام اور مقدار دن پہلے، دوسرے، تیسرے اور بقیہ  
دنوں کی، نیز مدت قیام حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہا السلام بیان فرما دی اور  
نفعہ اولی کا خاص دن بتا دیا اور زمانہ بین النہین کا بھی بیان کر دیا اور کساہی انظر الیہم  
ینفصون رؤسہم عند الصبحۃ من تراب، بھی فرما دیا۔ پھر ان چالاک لوگوں کا یہ کہنا  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت الساعۃ کا علم نہیں تھا، غلبان ذہنی اور وہم دماغی نہیں  
تو اور کیا ہے؟

تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے:-

ولک ان تقول ان علم هذه الساعة وان  
کان لا یملکہ إلا اللہ لکن یجوز ان  
یُعَلِّمَہَا من یشاء من محبہ واولیائہ بقرینۃ  
قولہ تعالیٰ ان اللہ علیم خبیر علی ان  
الخبیر بمعنی المتخبیر. فان قلت فما فائدۃ  
ذکر الخمس لان جمیع المغیبات  
کذلک قلت فائدتہ ان هذه الخمسة  
معظم المغیبات لانها مفتاحہا فانه اذا  
وقف مثلاً علی ما فی غد وقف علی موت  
زید وتولد عمر وفتح بکر ومقہورۃ  
خالد وقدم بشر وغیر ذلک مما فی  
الغد وهكذا القیاس ویؤید هذا التوجیہ ما  
ذکر فی البضاوی فی قولہ فی سورۃ  
الجن، عالم الغیب فلا یتظہر علی غیبہ  
احداً إلا من ارتضیٰ من رسول حیث قال  
فلا یطلع علی الغیب المخصوص بہ علمہ

ہے کہ "فلا یتظہر علی غیبہ احداً. یعنی اللہ  
اپنے غیب مخصوص بالعلم کی جہات متناہیہ  
پر اپنے رسول مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع  
فرماتا ہے، جو ان کیلئے معجزہ ہوتا ہے۔ شاید  
غیب مخصوص بالعلم سے بیضاوی کی مراد یہ  
پانچ امور ہیں، کیونکہ ان کے ماسوا پر تو  
بہتوں کو اطلاع دی جاتی ہے۔"

بیضاوی نے یہاں پر بعض کا لفظ استعمال فرمایا ہے کیونکہ امور خمسہ کے بارے  
میں بھی اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی جہات سے ہے، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بالامور



الْحَمْدُ تَنَاهَى جِهَاتٍ سَعَى، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایک ذرہ کے بارے میں بھی علم الہی کا بعض ہوا۔

تحفہ احمدیہ مشہور بالنجوم الشبابیہ والرجوم للوہابیہ، نیز النموذج اللیب فی خصائص الجیب، نیز کتاب الخصائص وشرح الصدور للسیوطی، نیز فتح الباری للعسقلانی والمواہب للعسقلانی میں لکھا ہے:-

انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علم ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس الخمس التی فی هذه الآیة ولكن أَمِرَ آیت میں بیان کردہ امور خمسہ کی بابت بھی بطور اجازت نہ تھی۔

واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا تعلق، تنہا ہی جہات سے ہوتا ہے غیر تنہا ہی جہات سے نہیں ہوتا۔ اسی تحفہ احمدیہ میں لکھا ہے۔

آنچہ وارد گشتہ از صدیقہ، ام مؤمنان کہ ہر آں کو کرد اخبار وہیاں کہ ہی داند نبی آں شیخ چیز از علم غیب انشاء محض واعظم گفت او بے شک وریب پس مراد او باستقلال، جز رب وود نیست علم نفس او را تانہ تعلیمش نمود گفت علامہ خفاجی اندر آں شرح شفاء قول حق لا یعلم الغیب بغیر آں، بے خفاء ہست نفی علم غیر حق، بغیر واسطہ اطلاع بر آں باعلام خدا داں ضابطہ مذکورہ بالا اشعار کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ اس کے سب سے آخری نبی بھی ہیں، امور خمسہ کا علم مرحمت فرمایا۔ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے:-

وقد ذهب بعض المشائخ إلى أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم کان يعرف وقت الساعة باعلام اللہ تعالیٰ، وهو لا ینافی الحصر فی الآیة کما لا ینافی ترجمہ: بعض مشائخ نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کی پہچان حاصل تھی، یہ پہچان محض اللہ تعالیٰ کے بتانے سے تھی، لہذا آیت میں واقع حصر کے منافی نہیں (کیونکہ آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی طور پر بالاستقلال جاننا مراد ہے)۔

حقیقی بات یہ ہے کہ کلام اللہ کے مطالعہ سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں، اول یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی بالاستقلال، عالم الغیب ہے، بالذات اور بالاحاطہ غیب دانی اس کی ذات عالی جل جلالہ وعز برہانہ کے ساتھ مخصوص ہے، غیب مطلق وہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ مگر مغیبات یعنی غیوب اضافیہ (Relative) کے انکشاف کا وہ سرچشمہ ضرور بالضرور ہے۔ امور غیبیہ کو بالدرجہ آنحضرت کیلئے منصہ شہود پر لانا اسی کا کام ہے۔ دوم یہ کہ اس ذات بے ہمتا نے اپنے رسولوں کو مغیبات پر اطلاع بخشی ہے، جن کو اس نے اس کیلئے چن لیا۔ چنانچہ فرمایا ﴿الا من ارتضى من رسول﴾، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آگاہی برغیب محض اللہ تعالیٰ کے اعلام واطلاع کی بدولت ہے، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، خاتم النبیین ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔ اس لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کا تمام علم غیب اضافی بالدرجہ عطا فرما دیا جیسا کہ نصوص اس پر شاہد ہیں۔

مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو کشف والہام کے ذریعے جو آگاہی بر امور غیبی مرحمت ہوتی ہے وہ کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے انبیاء کرام علیہم السلام کی آگاہی کا مقابلہ نہیں کر سکتی، (انکشاف بالالہام کا درجہ، انکشاف بالوحی کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے؟)۔

یہود، مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنہ قلب علمی کا مفصل اور مدلل جواب گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

اب ہمارے زمانے میں اہل جہل وحمق نے یہاں تک کہنا شروع کیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے انجام کی بھی خبر نہ تھی، معاذ اللہ لا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔

ابن صیاد کے دعوائے نبوت اور دعوائے غیب دانی کا پول کھولنے کیلئے ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا، اچھا تم یہ بتاؤ کہ اس وقت میرے دل میں کیا ہے؟ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں سورہ السدخان کی آیت ﴿فارتقب یوم تأتی السماء بدخان مبین یغشی الناس﴾، چھپائی۔ ابن صیاد کہنے لگا السدخان، اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، إحصاء، وَلَنْ تَعُدَّ وَقَدْ رَكَ۔



ترجمہ: دفع ہوا تو ہرگز اپنی قدر سے آگے نہ بڑھ سکے گا یعنی تو مکمل بات پر آگاہ نہیں ہوا۔  
ناکمل بات پر آگاہ ہونا نبی کی شان نہیں ہے۔ بلکہ نبی تو مکمل بات پر آگاہ ہوتا ہے۔

اُس وقت، عرب کے جاہلانہ، مشرکانہ اور اوہام پرستانہ معاشرے میں کانہوں کے بارے میں غیب دانی کا عقیدہ وبا کی طرح پھیلا ہوا تھا، اس اوہام پرستانہ عقیدے کی اساس پر، کانہن طبقہ پریشان حال لوگوں کا خوب استحصال کرتا اور سادہ لوح عوام سے، محض اپنی شعبہ بازی اور کذب بیانی کے عوض، بھاری رقومات اور قیمتی نذرانے وصول کرتا، انکی ساری دوکان داری کا دارومدار ۹۹ فیصد جھوٹی غیب دانی پر تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ علم غیب کا مالک تو صرف میں ہوں، سو میں امور غیبیہ کی اطلاع اپنے انبیاء و رسل کو عطا کروں گا، نہ کہ کانہوں جیسے دھوکے باز دوکان داروں اور شعبہ گروں کو۔

ذیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشاد نقل کئے جا رہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لوگوں کو، کانہوں کے پاس جانے سے سختی سے منع فرمایا کیونکہ وہ دعوائے غیب دانی میں جھوٹے تھے۔

عن معاویۃ بن الحکم قال قلت یا رسول اللہ امور کنا نصنعها فی الجاہلیۃ کنا نأتی الکھان قال علیہ السلام فلا تأتوا الکھان قال قلت کنا ننطیر قال ذلک شیء یجدہ أحدکم فی نفسه فلا یصدنکم قال قلت ومنار جال یخطون خطاً قال کان نبی من الانبیاء یخط فممن وافق خطہ فذاک۔ رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب الکھانۃ۔

ترجمہ: معاویہ بن الحکم راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں کانہوں (قسمت کا حال بتانے والوں اور حساب کتاب کرنے والوں) کے پاس جایا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ ان کے پاس نہ جایا کرو، میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ فال نکالا کرتے تھے، آپ نے فرمایا، تم اپنے وہم سے نتیجے نکالتے ہو، یہ وہم تم کو کسی کام سے روک نہ دے، میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کچھ لوگ زائچے بناتے ہیں، آپ نے فرمایا، کبھی کبھی کسی کا زائچہ، کسی نبی کے زائچہ سے مطابقت کر جاتا ہے، اور بس۔

وعن عائشۃ قالت سأل أناس رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الكهان فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم انهم ليسوا بشيء قالوا يا رسول الله فانهم يحدثون احیاناً بالشئ یكون حقاً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تلک الکلمۃ من الحق یخطفها الجنی فیقرؤها فی اذن ولیه قراء الدجاجة فیخلطون فیها اکثر من ماء کذبة، متفق علیہ، مشکوٰۃ باب الکھانۃ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کانہوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا، وہ کچھ نہیں ہیں، عرض کیا گیا کہ کبھی کبھی ان کی بات وقوع پذیر ہو جاتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اتفاق یوں ہوتا ہے کہ جنی ایک درست بات کو کہیں سے اچک لیتا ہے اور اسے اپنے مالک کے کان میں ڈال دیتا ہے، پس وہ شخص اس ایک بات میں سو سے زیادہ جھوٹی باتیں ملا دیتا ہے۔ (سو ایک سچ ہوتا ہے اور سو سے زیادہ جھوٹ ہوتے ہیں)۔

قال الطیب: چھٹی حدیث وعن أم العلاء قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ادری ما یفعل بی ولا بکم، انکی بنیاد قرآنی آیت ﴿وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحی الی﴾ ہے اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں ہے۔

اقول: جناب طیب صاحب! سب سے اول تو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ درایت کا معنی از زوئے لغت کیا ہے؟ پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے فوراً بعد، قرآن مجید کی آیت، ﴿ان اتبع الا ما یوحی الی﴾ سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ بعد ازاں قرآن و احادیث کا مطالعہ کر کے ان سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی۔

سو سب سے پہلے لغت عرب سے درایت کا معنی دریافت کرتے ہیں: لسان العرب میں ہے، ذریت الطباء اذا ختلنہا، یعنی ذریت الطباء، (میں نے ہرنوں کا ٹھکانہ معلوم کیا) اس وقت بولتے ہیں جب آپ حیلے بہانے سے ان کا ٹھکانہ معلوم کریں، اسی طرح لسان العرب میں فرماتے ہیں، ذریت الطبی، اس وقت بولتے ہیں جب آپ ہرن کا مسکن معلوم کرنے کیلئے حیلہ جوئی کریں تاکہ اس کا شکار کر سکیں۔ اسی



طرح لسان العرب میں ہے، ذَرِيتُ فُلَانًا إِذَا اخْتَلَفَتْ تَرْجَمَهُ: میں نے خفیہ داؤ بیچ استعمال کر کے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کیں، اسی طرح تاج العروس میں ہے، ذَرِيتُهُ أَيْ عِلْمَتُهُ بِضَرْبِ مِنَ الْجِيلَةِ۔ ترجمہ: میں نے اس شخص کو حیلہ سے معلوم کیا، نیز مفردات القرآن میں ہے، الدرایۃ المصرفة المدركة بضرب من الختل، یعنی پوشیدہ تدبیر کے ذریعے کسی شخص یا چیز کی کھوج کھاج لگانا، درایت کہلاتا ہے۔

مذکورہ بالا لغات عربیہ کے حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لا ادری کا مطلب یہ ہے کہ میں خفیہ تدابیر، پوشیدہ حیلوں بہانوں، داؤ بیچ لڑانے اور تخمینی کھوج کھاج لگانے اور ذہنی قیاسات سے مستغنی ہوں، کیونکہ میں تو وحی کی پیروی کرتا ہوں، جو کہ علام النبوی کی طرف سے نازل ہوتی ہے، یہ وحی، ہر شئی کو مجھ پر منکشف کر دیتی ہے۔

اب میں آپ کو کچھ آیات قرآنیہ سناتا ہوں جن سے اس امر کی خوب نشان دہی ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مرحومہ کا انجام کیا ہوگا؟ ارشاد قرآنی ہے:

- (۱) ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾، ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔
- (۲) ﴿عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾، غفریب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔
- (۳) ﴿وَلَا خِصْرَةَ خَيْرَ لَكَ مِنَ الْأُولَىٰ﴾، ہر دوسرا لمحہ آپ کیلئے پہلے لمحے سے بہترین ہے۔ آپ کیلئے آخرت دنیا سے بہت ہی بہتر ہے۔
- (۴) ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾، غفریب اللہ تعالیٰ آپ پر وہ نوازشات اور عطایا نچھاور فرمائیگا کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔
- (۵) ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾، ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی۔
- (۶) ﴿تَتَسَوَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا﴾، فرشتے نازل ہو کر ان اہل ایمان کو خوش خبری سنائیں گے کہ نہ تم کوئی خوف کھاؤ اور نہ ہی کوئی غم۔
- (۷) ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾، اور اسی طرح ہم نے آپ کو بہترین امت بنایا، تاکہ آپ لوگوں پر

گواہی دو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے عادل اور مرکز ہونے پر گواہی دیں گے۔

(۸) ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾، تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی رہنمائی کیلئے ظاہر کی گئی ہے۔

(۹) ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا﴾، وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور آئین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔

(۱۰) ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾، اہل ایمان کی مدد کرنا ہم نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اور ایسی آیات کلام الہی میں بہت ہیں۔

اب فقیر تھوڑی سی احادیث بھی سنا دیتا ہے:

(۱) بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے دروازوں کا ذکر کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

فهل يدعى منها كلها أحد قال نعم فارجوا ترجمہ: کیا ان تمام دروازوں سے کسی شخص کو ان تکون منہم یا ابا بکر۔  
بیک وقت پکارا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! اے ابوبکر! آپ ان لوگوں میں سے ہی ہوں گے۔

(۲) سنن ابی داؤد میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أما ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انک یا ابوبکر اول من يدخل الجنة من ابوبکر! آپ میری امت میں سے، سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے شخص ہوں گے۔ امتی۔

(۳) اور جامع ترمذی میں ہے:

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ لاہی بکر انت صاحبی علی الحوض میرے ساتھی ہوں گے، حوض کوثر پر، جس طرح صاحبی فی الغار۔ کہ آپ میرے ساتھی تھے غار میں۔

(۴) اسی جامع ترمذی میں ہے:



قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا أول من تنشق عنه الأرض ثم أبو بكر ثم عمر۔  
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے پہلے، زمین، میرے لئے شق ہو گی پھر ابوبکر کیلئے پھر عمر کیلئے۔

(۵) اسی ترمذی میں ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج ذات يوم فدخل المسجد وأبو بكر وعمر، أحدهما عن يمينه والآخر عن شماله وهو آخذٌ بأيديهما وقال هكذا نبعث يوم القيامة۔  
ترجمہ: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے، ابوبکر اور عمر آپ کے ساتھ تھے، ایک دائیں طرف اور دوسرے بائیں طرف، آپ نے ان کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، اور فرمایا، ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

(۶) البدور السافرة میں ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أحشرُ بين أبي بكر وعمر حتى أقفَ بين الحرمين، فيأتي أهل مدینه ومكة۔  
ترجمہ: ابن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں روز حشر ابوبکر اور عمر کے درمیان ہوں گا، یہاں تک کہ حرمین کے درمیان ٹھہر جاؤں گا، پس اہل مدینہ اور اہل مکہ آئیں گے۔

(۷) تاریخ الخلفاء میں ہے:

عن أبي سعيد بن جبير قال قرأت عند النبي صلى الله عليه وسلم يا أيها النفس المطمئنة، فقال أبو بكر يا رسول الله إن هذا لحسن فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أما إن الملك سيقولها لك عند الموت۔  
ترجمہ: ابوسعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیت ﴿يا أيها النفس المطمئنة﴾ تلاوت کی تو ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! یہ بہت خوب ہے، آپ نے فرمایا کہ فرشتہ یہ کلمہ تمہیں، بوقت وفات کہے گا۔

(۸) ابن ماجہ میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أول من يصافحه الحق عمر، وأول من يسلم عليه وأول من يؤخذ بيده فيدخل الجنة۔  
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے پہل، جس سے حق تعالیٰ مصافحہ فرمائے گا، اور اسے سلام کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کیا جائیگا وہ عمر ہیں۔

(لفظ اول یہاں برائے اولیت اضافیہ ہے یعنی حضرت عمرؓ بھی اولین میں شامل ہوں گے)۔

(۹) جامع ترمذی میں ہے:

أن النبي صلى الله عليه وسلم قال أبو بكر في الجنة وعمر في الجنة وعثمان في الجنة وعلي في الجنة وطلحة في الجنة وزبير في الجنة وعبد الرحمن بن عوف في الجنة وسعد بن أبي وقاص في الجنة وسعيد بن زيد في الجنة وأبو عبيده في الجنة۔  
ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر جنت میں جائیں گے، عمر جنت میں جائیں گے، عثمان جنت میں جائیں گے، علی جنت میں جائیں گے، طلحہ جنت میں جائیں گے، زبیر جنت میں جائیں گے، عبد الرحمن بن عوف جنت میں جائیں گے، سعد بن ابی وقاص جنت میں جائیں گے، سعید بن زید جنت میں جائیں گے، ابوعبیدہ جنت میں جائیں گے۔

(۱۰) البدور السافرة میں ہے:

أخرج الطبراني عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس على أهل لا إله إلا الله وحشة في الموت ولا في النشور ولا في القبور كاني أنظر إليهم ينفضون عند الصيحة رؤسهم من تراب يقولون الحمد لله الذي أذهب عنا الحزن۔  
ترجمہ: طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے پڑھنے والے پر وحشت طاری نہ ہوگی نہ موت میں، نہ نشر میں، نہ قبر میں، گویا کہ میں انکو دیکھ رہا ہوں، بوقت نفخ صور، اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اور کہتے وئے کہ اللہ کیلئے حمد ہے جس نے ہم سے غم کو دور فرمایا۔

(۱۱) البدور السافرة میں ہے:



اخرج الطبرانی عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تحشر الأنبياء يوم القيامة على الدواب ويبعث صالح على ناقته وأبعث على البراق ويبعث ابنائ الحسن والحسين على ناقين من نوق الجنة ويبعث بلال على ناقه من نوق الجنة فينادي بالا ذان حقاً وبالشهادة حقاً حتى إذا قال أشهد أن محمداً رسول الله شهد المؤمنون في الأولين والآخرين فقبلت ممن قبلت وردت ممن ردت.

ترجمہ: طبرانی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام چوپایوں پر سوار ہوں گے، صالح علیہ السلام اونٹنی پر سوار ہوں گے اور میں براق پر، میرے بیٹے حسن اور حسین جنتی اونٹیوں پر سوار ہوں گے، بلال بھی جنتی اونٹنی پر سوار ہوں گے، وہ اذان اور شہادت توحید و بالشہادة حقاً حتى إذا قال أشهد أن محمداً رسول الله شهد المؤمنون في الأولين والآخرين فقبلت ممن قبلت وردت ممن ردت۔

رسالت کی ندا بلند کریں گے، جب وہ رسالت محمدیہ کی شہادت کا کلمہ بلند کریں گے تو تمام مؤمنین اگلے اور پچھلے بھی شہادت محمدیہ کا کلمہ بلند کریں گے، پس یہ کلمہ بعض لوگوں سے قبول کیا جائیگا اور بعض سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

(۱۲) حدیث نبوی ہے:

أنا حامل لواء الحمد تحته آدم ومن دونه.

ترجمہ: میرے پاس حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے آدم اور سب لوگ ہوں گے۔

(۱۳) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

سيدا شباب أهل الجنة.

ترجمہ: یہ دونوں، جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

(۱۴) حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق ارشاد فرمایا:

سيدة نساء أهل الجنة.

ترجمہ: فاطمہ جنتی خواتین کی سردار ہیں۔

(۱۵) حضرت ثابت بن قیس کو فرمایا:

أما ترضى أن تعيش حميداً وتقتل شهيداً

ترجمہ: کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ قابل تعریف زندگی گزارو، شہادت کا درجہ حاصل کرو اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

جناب طیب صاحب! ان چالاک بھائیوں کے پیش امام نے تو بڑھ چڑھ کر بے ادبی کی ہے، اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ بات صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہ تھا، پھر وہ بعد وفات کے، اپنی امت کے حال سے کیسے واقف ہو سکتے ہیں؟ آپ کے ان چالاک بھائیوں کے دل میں بھی یہی بات ہوگی؟

خلاصۃ الکلام یہ کہ احادیث میں اس قدر حالات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیئے ہیں کہ دفاتر میں گنجائش رکھتے ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لا ادری کا معنی تو لا ادری بنفسی، بل باعلام اللہ تعالیٰ ہے، اور یہی ادب بارگاہ ایزدی ہے، اگر وہ چالاک بھائی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں غور کرتے تو اس بے ادبی میں مبتلا نہ ہوتے۔

اب یہ فقیر چند مفسرین کے اقوال نقل کرتا ہے جن سے اس آیت کے مرادی معنی کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے:

والذي اختاره ان المعنى على نفى الدراية | ترجمہ: مختار یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ من غير جهة الوحي | بغیر وحی کے نہیں جانتے۔

علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

وانه لم ينفي إلا الدراية من قبل نفسه وما | ترجمہ: اس بات کی نفی فرمائی ہے کہ خود بخود نہیں نفى الدراية من جهة الوحي | جانتے، بذریعہ وحی کے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

قال الطيب: حديث قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أوتيتم علم الأولين والآخرين، یہ حدیث بے اسناد ہے، نیز اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ ما من علم الا وقد خص منه البعض، چنانچہ علم الاولین والآخرین سے بعض مراد لینا ضروری ہے، ورنہ علوم شیطانیہ جیسے علم جادو اور علم راگ وغیرہ بھی آسمیں داخل ہو جائیں گے۔

اقول: حوالہ جات میں سے فی الحال اتنا حوالہ کافی ہے کہ المواہب اللدنیہ للمحدث القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اور اسکی شرح، للمحدث الکبیر الامام الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ، (الجزء السادس، تذکرہ معراج) میں جو حدیث شریف درج ہے، اس کے الفاظ یوں ہیں: اس کے راوی حضرت علیؑ ہیں، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:



فاورثی علم الاولین والآخرین، وعلمنی علوماً شتی، فعلمہ اخذ علیٰ کتمانہ اذ علم انہ لا یقدر علی حملہ أحد غیرہ، وعلم خیرنی فیہ، وعلمنی القرآن فکان جبریل یدکرنی بہ، وعلم امرنی بتبلیغہ الی العام والخاص من امتی۔ (اس حدیث کی اسناد قسطنطینی اور زرقانی نے بیان فرما دی ہے، وہاں ملاحظہ کر لیں)

ترجمہ: پس اللہ سبحانہ نے مجھے اولین اور آخرین کے علوم کا وارث بنا دیا نیز اس نے مجھے کثیر الانواع علوم عطا فرمائے۔ (۱) ایک نوع علوم وہ ہے جنہیں پوشیدہ رکھنے کا اس نے مجھ سے وعدہ لیا، کیونکہ اس نے جانا کہ میرے سوا کوئی بھی دوسرا ان علوم کے حامل ہونے کی قدرت نہیں رکھتا۔ (۲) دوسرا نوع علوم وہ ہے کہ انہیں بتانے یا نہ بتانے کا مجھے اختیار عطا فرمایا۔ (۳) اس ذات سبحانہ نے مجھے علوم قرآنیہ عطا فرمائے کہ جبریل انکی بابت مجھ سے مذاکرہ کرتا تھا۔ (۴) چہارم وہ نوع علوم ہے کہ اس نے مجھے حکم فرمایا کہ میں انہیں اپنی امت کے عام و خاص تک پہنچاؤں۔

اور قاعدہ تمہارا منقوص ہنہ ہے کیونکہ لفظ ”عام“ کا سامن عام الاوقد خص منہ البعض میں بھی تو عام ہی ہے، اس لئے کہ کمرہ چیز نفی میں عام ہوا کرتا ہے اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ ”پس ضرور ہوا کہ علم الاولین والآخرین سے بعض مراد لینا ضروری ہے“ تو اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ لفظ ”علم“ تو علم الاولین والآخرین میں خاص ہے عام نہیں ہے، عام تو الاولین والآخرین کا لفظ ہے، اس لئے آپ لوگوں نے جو تخصیص علم کے لفظ میں کی ہے، بے جا ہے، اگر عام کی تخصیص کرتے تو بتاتے کہ اولین اور اسی طرح آخرین میں سے فلاں فلاں خارج ہیں، آپ یاد رکھیں کہ تخصیص بلا تخصص ناجائز ہے، کیونکہ اگر ایسی تخصیصات بلا تخصص، اعتبار کر لی جائیں تو اکثر لوگ آپ کے قاعدہ (تخصیص بلا تخصص) سے تمسک پکڑ کر اکثر تکالیف شرعیہ کے منکر ہو جائیں گے، مثلاً اقیمو الصلوٰۃ میں فاعل عام ہے، تو منکر لوگ کہیں گے کہ ہم اس عام سے مخصوص ہیں، اور ایسا ہی و اتوا الزکوٰۃ ہے، اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ ورنہ علوم شیطانیہ جیسے علم جادو اور علم راگ وغیرہ بھی اسمیں داخل ہو جائیں گے، تو بھلا صاحب! کیا شرک سے بری کوئی چیز

ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل وغیرہ کے شرک سے واقف تھے یا نہ؟ اگر تھے تو بقول آپ کے، کفر صریح، آپ لوگوں کو لازم آئے گا، اگر آپ لوگ کہیں کہ واقف نہ تھے، تو بتائیں کہ یہ آپ لوگوں کا جہل اختراعی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور آپ لوگ یہ بھی بتاؤ کہ تم کو کسی کی زنا کاری اور شراب خوری وغیرہ پر آگاہی ہو جائے تو تمہارے اندر تو کوئی قباحہ وجود پذیر نہ ہو، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جائے تو کفر کیوں لازم آیا؟ اور یہ بھی بتائیں کہ اللہ جل شانہ وعز برہانہ، ان سب امور کو جانتا ہے یا نہ؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو بقول آپ لوگوں کے، کفر صریح آپ پر لازم آئے گا، اگر کہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان امور سے واقف نہیں تو جہل باری عزاسمہ کا قول آپ لوگوں پر عائد ہو گا، نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد الخبز الی فتح الفساد۔

ترجمہ: عبد الرحمن بن عائش قال الطیب: عن عبد الرحمن بن عائش قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت ربی فی أحسن صورة قال فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفئ فوجدت بردھا ما بین ثدیئ فعلمت ما فی السموات والارض (شرح النہ)

(۱) اس روایت میں کل کا لفظ مذکور نہیں ہے۔  
(۲) علمت ماضی کا صیغہ ہے اسمیں حال اور مستقبل زمانے شامل نہیں ہو سکتے، لہذا اس خبر کے بعد جو امور وقوع پذیر ہوئے یا ہوں گے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں نہیں ہوں گے۔

اقول: ایک اور حدیث شریف، یہ فقیر پیش کرتا ہے، جو مذکورہ حدیث سے بھی زیادہ مشرّح اور موثق ہے، اس میں کل کا لفظ موجود ہے، یہ حدیث درج ذیل ہے:



عن معاذ بن جبل..... فاذا انا برئى  
تبارک وتعالیٰ فی أحسن صورة فقال یا  
محمد قل لى لیک رب، قال فیما  
یختصم الملاء الأعلیٰ قل لا أدری قالها  
ثلاثاً قال فرأینہ وضع کفه بین کتفیه حتی  
وجدت برداً انا مله بین یدیه فتجلی لى  
کل شیء وعرفت آه رواه أحمد والترمذی  
وقال هذا حدیث حسن صحیح، وسألت  
محمد بن إسماعیل (البخاری) عن هذا  
الحدیث فقال هذا حدیث صحیح  
(مشکوٰۃ، باب المساجد ومواضع  
الصلوة)۔

ذیل میں ایک اور حدیث شریف درج کی جاتی ہے، اس میں بھی آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت اور کثرت کی صراحت موجود ہے، وہ یوں ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم عُرِضْتُ عَلَىٰ اجْوَرِ  
امتی حتی القذاة یخرجها الرجل من  
المسجد وعرضت علی ذنوب امتی فلم ار  
ذنبا اعظم من سورة من القرآن او آية  
اوتیها رجل ثم نسيتها۔ (الترمذی، ابو داؤد)  
ترجمہ: حضرت انس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رو برو میری  
امت کے اجر و ثواب پیش کئے گئے۔ یہاں  
تک کہ وہ کوڑا کرکٹ بھی جو میرا امتی مسجد کی  
صنائی کرنے کے بعد باہر پھینکتا ہے، نیز  
میرے رو برو میری امت کے گناہ پیش کئے  
گئے، پس میں نے اس سے بڑا گناہ کوئی نہ

دیکھا کہ ایک شخص کو قرآن کی سورت یا آیت  
عطا کی گئی ہو، اور اس نے اسے بھلا دیا ہو۔

جناب طیب صاحب! اپنے ان بھائیوں کو بتاؤ کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ  
اللہ علیہ نے آپ کی بیان کردہ حدیث شریف کے جملہ ”فعلمت ما فی السموات والارض“  
کے ترجمہ میں لکھا ہے ”پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود“۔  
شاید، تمہارے نزدیک، بقول تمہارے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی دھوکے باز اور  
پورے پورے نادانف ہوں گے، قرآن و حدیث سے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں ما فی السموات والارض کے  
الفاظ آئے ہیں، کل کے معنی میں آئے ہیں، جیسا کہ فرمان قرآنی ہے، للہ ما فی السموات  
والارض۔ ترجمہ ”اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے“، اب آپ لوگ ہی  
بتائیں کہ کل کا کل اللہ کا ہے یا بعض اللہ کا ہے؟ ایسی آیات قرآنیہ بہت ہیں، شاید آپ  
لوگ جو پورے پورے قرآن کریم کے واقف بنتے ہیں تو کل کا معنی کرنا صحیح نہیں جانتے  
ہوں گے۔ اسی طرح آیت قرآنیہ ”یعلم ما فی السموات والارض“ ترجمہ: وہ جانتا ہے  
جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، میں بھی اپنا قاعدہ جاری کر کے کہتے ہوں گے کہ او  
سبحانہ و تعالیٰ کو کل کا علم نہیں ہے، واہ رے صاحب واہ! کیا پورے واقف نکلے!

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ علمت ماضی کا صیغہ ہے، اس میں گذشتہ زمانہ کے  
ساتھ، زمانہ حال اور زمانہ مستقبل شریک نہیں ہو سکتا، ارے صاحب! ذرا غور تو کرو، کہ  
موجب ”فعلمت ما فی السموات والارض“ کا تو بردکف باری تعالیٰ ہے، جب تک  
بردکف باری تعالیٰ کا سینہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھین لیا جانا، ثابت نہ  
کرو گے، تب تک چھین لیا جانا، علم ما فی السموات والارض کا آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کے قلب مبارک سے ممکن نہ ہوگا، کیونکہ آپ لوگوں کا مخالف کہہ سکتا ہے کہ بردکف  
باری تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں، قیام قیامت تک باقی ہے،  
جیسا کہ احادیث دال ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حالات سماویہ، ارضیہ، ماضیہ اور  
مستقبلہ، سب سے، بدء الخلق سے لیکر تا ما بعد دخول جنت تا اخیر عمر شریف، خبر دیتے  
رہے، جن سے کتب احادیث بھرے ہوئے ہیں، یہ سب اسی بردکف باری تعالیٰ کے  
آثار ہیں۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے، ”پس ثابت ہوا کہ جو امور آنحضرت صلی اللہ علیہ



دلم کے خبر دینے کے بعد وقوع میں آئے یا آئیں گے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معلومات سے نہیں ہیں، انتہی، تو جواباً عرض ہے کہ آپ لوگوں نے تو ماضی کے صیغہ سے یہ بات گھڑ ڈالی ہے مگر ماضی کے صیغہ سے کام نہیں چلے گا، کیونکہ مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ بات، جار مجرور فی السموات والارض کے ”متعلق“ سے سمجھنی چاہئے یعنی اگر مخالف کہہ دے کہ یہاں فعلمٹ ما کان وما یکون فی السموات والارض، مراد ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں واقع ہے، لہذا اس جگہ بھی وہی مراد ہے، تو اس صورت میں آپ کی یہ بات صحیح نہ ہوگی، دیگر آیات و احادیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ آیت و علمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما، اس مبہم کی تفسیر کر رہی ہے، نیز حافظ محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیق الانسان ۵ علمۃ البیان، کی تفسیر میں لکھا ہے ”خلیق الانسان یعنی محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم علمۃ البیان، بیان ما کان وما یکون، لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یبین عن الاولین والآخرین وعن یوم الدین“، اتنی، اور جیسا کہ بخاری شریف کی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ فاخبرنا عن بدء الخلق (الحدیث) اور جیسا کہ علامہ قسطلانی سے اس حدیث کی شرح بھی پہلے گزر چکی ہے، یعنی ”وَدَلَّ ذَلِکَ عَلٰی اَنَّهُ اخبر بجميع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الی ان تفنی والی ان تبعث“ نیز مسلم شریف کی روایت گزر چکی ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما ہو کائن الی یوم القیامۃ، اور ایسا ہی حافظ محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ سے گزر چکی ہے، یعنی:

ما بال اقوام طعنوا فی علمی، لا ترجمہ: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسئلونی عن شی فیما بینکم و بین الساعۃ (یعنی منافقوں) کو کیا ہو گیا إلا انبأکم بہ، (آل عمران: ۱۷۹، المائدہ: ۱۰۱)

ہے کہ میرے علم کے بارے میں طعنہ زنی کے مرتکب ہوئے ہیں، تم لوگ مجھ سے، کسی بھی چیز کے بارے میں، موجودہ لمحہ سے لیکر تا قیام قیامت، کوئی بھی سوال نہیں کرو گے مگر میں تم کو اس کے بارے میں پوری خبر دوں گا۔

نیز مسلم شریف سے حدیث گزر چکی ہے یعنی سئلونی عن ما شئتم، تم لوگ مجھ سے پوچھو، جو کچھ تم لوگ پوچھنا چاہو، امید ہے کہ اب تک آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ فعلمٹ ما فی السموات والارض کا معنی ہے کہ فعلمٹ ما کان وما یکون فی السموات والارض (یعنی پس میں نے جان لیا جو کچھ کہ آسمانوں میں تھا ہے اور ہو گا اور جو کچھ زمین میں تھا ہے اور ہو گا)

افسوس! کہ ہمارے طبیب صاحب! علوم ادبیہ سے بہرہ کافی نہیں رکھتے! بے چارے کیا کریں، مجبور ہیں۔

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ ”اس سے علم محیط کی نفی ہو گئی وھو الحق المطلوب“ حالانکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی تو اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اس سے احاطہ بیان فرما رہے ہیں، جیسا کہ گزر چکا ہے، شاید وہ آپ لوگوں کے نزدیک پورے پورے نادانف ہوں گے؟

ہم پہلے بھی یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ غیب مطلق کا علم، مخصوص بالباری تعالیٰ ہے، جبکہ غیب اضافی کا کل علم، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالدرج عطا فرما دیا ہے، اس لئے جہاں کہیں بھی کلمی، ہرشی اور احاطہ، جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں تو ان سے مراد تمام علم غیب اضافی ہی ہوتا ہے، جسے اصطلاحاً مغیبات بھی کہا جاتا ہے۔

جناب طبیب صاحب! آپ اپنے بھائیوں سے پوچھیں کہ اس حدیث شریف میں حرف نفی کا نام و نشان تک نہیں، پھر آپ لوگ نفی کہاں سے نکال لیتے ہیں؟ اگر آپ لوگوں کے نزدیک ماضی کا صیغہ، نفی حال اور نفی مستقبل کیلئے موضوع ہے تو ذرا اپنے گریبان میں منہ جھانک کر دیکھ لیں کہ حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم میں بھی حرمت، صیغہ ماضی ہے تو کیا یہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل میں نفی حرمت امہات و بنات پر دال ہو گا؟ یا نہ ہو گا؟ واہ رے صاحب واہ، ایسا ہی حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر بھی، آپ لوگوں کے قاعدے کے موافق کیا مزے دکھلا رہا ہے؟ قرآن مجید میں عَلِمَ اللہُ کا لفظ، مقامات متعددہ میں واقع ہوا ہے، پھر شاید وہ طبیب صاحب کے چالاک بھائی، خدائے علیم وخبیر، سمیع و بصیر، پر بھی اپنے صیغہ ماضی کا قاعدہ کلیہ جاری کر دیں گے؟



قال الطیب: عن عبد اللہ بن معتب بن ابی بردۃ عن ابیہ عن جده قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کما انظر الی کفی ہذہ جلیان من اللہ، جلاہ اللہ لنبیہ کما جلا للنبیین من قبلی (رواہ ابو نعیم، فی الفتن عن ابن عمر وسندہ ضعیف).

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو بلند کیا، پس میں اسکو دیکھ رہا ہوں، اور اسے بھی جو کہ قیامت تک ہونے والا ہے، جیسا کہ میں اپنی پھیلی کو دیکھ رہا ہوں، یہ اللہ کی طرف سے روشن روشن کر دینا ہے جو اس نے اپنے نبی کے لئے کیا، جس طرح کہ مجھ سے پہلے والے انبیاء کرام کیلئے روشن کیا تھا۔ (اس حدیث کو ابو نعیم نے باب الفتن میں ابن عمر سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکی سند ضعیف ہے)

اس حدیث شریف کو ابو نعیم نے باب الفتن میں درج کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اس کا تعلق امور فتنہ سے ہے، مزید یہ ہے کہ ”فانا انظر الیہا“ مضارع کا صیغہ ہے مگر اس میں استمرار اس وقت ہو گا جب اس کے ساتھ کان کا لفظ مذکور ہو۔

اقول: جناب طیب صاحب! اپنے ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ اس حدیث شریف کو کنز العمال، (الجزء السادس) طبرانی اور زرقانی شرح مواہب میں دیکھ لو، واضح ہو کہ ضعف حدیث کے بہت سارے درجات ہوتے ہیں، علاوہ ازیں باب الفضائل میں ایک سند کے ضعف سے کوئی حدیث متن کے لحاظ سے ضعیف نہیں سمجھی جاتی، جبکہ کوئی سند مؤید بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں ضعف، سند ضعیف کا جاتا رہتا ہے، خصوصاً اس حدیث کا ضعف تو لا یُعْبَأُ ہے کیونکہ اس کے شواہد تو صحیحین (بخاری، مسلم) میں موجود ہیں، بلکہ آیات قرآنیہ بھی اسکی مؤید ہیں، جیسا کہ مسلم شریف میں ہے:

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقہا ومغاربہا.

ترجمہ: حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا، پس میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو ملاحظہ فرمایا۔

اور مسلم شریف سے گذر چکا ہے کہ انی صوّرت لی الجنة والنار فرأیتہما دون ہذا الحائط. سو جب بہشت اور دوزخ، کہ جن میں سے ہر ایک کی وسعت اور فراخی کے مقابلے میں دنیا ایک حقیر اور چھوٹی جگہ ہے، ان کو دیوار سے بھی قریب تر دیکھ لیا تو پھر ساری دنیا کا دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کونسا بعید ہے؟ نیز جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے لیکر تا دخول جنت سب امور کی خبر دیدی ہے تو دنیا کا دیکھنا کیسے مستبعد ہو گیا؟ نیز جب کائناتی انظر الیہم ینفصون عند الصبیحة رؤسہم من تراب یقولون الحمد للہ الذی اذهب عنا الحزن، تک ارشاد فرمایا تو پھر دنیا کا دیکھ لینا کونسا دور ہے؟

خاصہ یہ ہے کہ ان چالاک لوگوں کا یہی طریقہ ہے کہ اوٹ پٹانگ باتیں بنا کر طیب صاحب جیسے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لیتے ہیں، اور جب کوئی انکی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس جاوے تو پھر گروہی تعصب اسے نکلنے نہیں دیتا، اسی نابینا فرقہ پرستی نے سابقہ اقوام کو ہلاک کر دیا۔

جناب طیب صاحب! فقیر کو فرصت کم ہے ورنہ اور بھی بہت احادیث آپکو سناتا، اور یہ جو ان لوگوں نے کہا کہ ”ابو نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس حدیث کو باب الفتن میں لانا بتلا رہا ہے کہ مراد اس سے امور فتنہ ہوں گے دیگر امور سے اس سے خارج ہوں گے“ ارے صاحب! کوئی سند تو دیجئے کہ کسی حدیث کو باب الفتن میں درج کرنا اس حدیث کے معنی و مفہوم کو بدل ڈالتا ہے؟ بلکہ تمام اصولیین کرام اور تمام محدثین عظام کا تو یہ مسلمہ قانون ہے کہ ”العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب“ اس لئے آپ لوگوں نے باب الفتن میں لانے کا جو خود ساختہ قاعدہ بیان کیا ہے، اس کو تسلیم کرنا محتاج دلیل ہے، کوئی سند اور ثبوت چاہئے، ورنہ آپ لوگوں کیلئے مفت کی شرمساری ہے۔

اگر آپ لوگوں کے قاعدے پر آنکھیں بند کر کے عمل کیا جائے تو کل ذخیرہ احادیث کے مفاتیح میں ترمیم لازم ہو جاوے گی، کسی مؤلف کا کسی حدیث کو کسی باب میں درج کرنا، اس کو اس باب کے ساتھ مخصوص، محدود اور منحصر نہیں کرتا، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اور دیگر ائمہ، ایک حدیث کو متعدد ابواب میں درج کرتے ہیں کیونکہ تنویب کا مقصد، استنباط مسائل ہوتا ہے اور بس، اس عمل سے حدیث کے مفہوم کو الٹا دینا اسے رد



کرنے کے مترادف ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ محدثین کرام کی کتب میں بہت الفاظ، احادیث فتن میں عموم کے حامل ہیں، آپ کا قاعدہ تو مفہوم حدیث میں من مانی ترمیم کا دروازہ کھول دے گا، بھلا صاحب! اگر کوئی مؤلف، آیت قرآنیہ واللہ یعلم ما تسرون وما تعلنون کو باب الفتن میں ذکر کر دے تو کیا آپ ما کے عموم کو نظر انداز کر کے امور فتنہ کے علاوہ دیگر جزئیات اعمال و احوال کو، علم الہی سے خارج کر دیں گے؟

آپ لوگ ذرا غور کریں کہ فرمان نبویؐ ”مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ“ ترجمہ: جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہے، کو باب اللباس میں درج کرنے سے مشابہت کفار کی ممنوعیت صرف لباس کے ساتھ مخصوص نہیں ہو گئی بلکہ اس کا عموم علیٰ حالہ برقرار ہے جو کہ کفار کے قوی، مذہبی، سماجی، گھریلو وغیرہ میں سے تمام امتیازی، علاقہ امتی، طور طریقوں، اقدار، تہوار اور رسوم و رواجات سب کو شامل ہے اور یہ جو آپ لوگوں نے کہا ہے ”دوسری بات یہ ہے کہ مضارع کے صیغہ کا مفید استمرار ہونا، کسی صرفی سے نہیں سنا“۔ ارے صاحب! یہ تو آپ نے کسی صرفی سے سنا ہوگا کہ فعل مضارع، استقبال پر دلالت کرتا ہے، پھر آپ یہ فرمانوں کی استقبال کی حد کہاں تک ہے؟ ذرا غور فرماد کہ جب تک کوئی چیز مقتضی ازالہ نسبت کی نہ پائی جاوے، استمرار ہو گا یا نہ ہو گا؟

نیز آپ نے جو یہ کہا ہے کہ مضارع پر اگر باب کان لگایا جاوے تو بعض صرفیوں کے نزدیک مفید استمرار ہے، تو بتائیے کہ کونسا استمرار؟ استمرار از منہ ماضیہ کا یا مستقبلہ کا؟ شاید مسئلہ زیر بحث میں آپ کو ذہول ہو گیا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و مشاہدہ بعباء الہی ہے، اسلئے آپ کے فریق مخالف کو تو استمرار کی بحث سے کوئی غرض نہیں ہے بلکہ وہ تو یہ کہتا ہے کہ جو کام دنیا میں ہوتے ہیں یا ہوں گے ان پر ”ما هو کائن فیہا“ صادق آتا ہے اور ”ما هو کائن فیہا“ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدہ فرماتے ہیں جیسا کہ آیت ویکون الرسول علیکم شہیداً کی تفسیر میں مفسرین کرامؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

بھلا صاحب! یہ تو فرمانوں کی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے محدثین کرام ایک حدیث باب الفتن میں روایت کرتے ہیں جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

”فجاء ہم الصریخ ان الدجال قد خلفهم“ ترجمہ: پس انہیں یہ چیخ سنائی دے گی کہ فسی ذرا بیہم فیر فضون مافی ایدیہم دجال ان کے بال بچوں تک پہنچ گیا ہے، سو ویقبلون فیبعثون عشر فوارس طلیعة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا عرف اسماء ہم واسماء آباء ہم والوان خیولہم، ہم من خیر فوارس علی ظہر الارض یومئذ (رواہ مسلم)

پس وہ دس گھڑ سواروں کو خبر لانے کیلئے بھیجیں گے، میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے ناموں کو ان کے آباء کے ناموں کو، ان کے گھوڑوں کے رنگوں کو پہچانتا ہوں، وہ روئے زمین پر سب سے اچھے گھوڑے ہوں گے (مسلم شریف)۔

مذکورہ بالا حدیث میں جو لفظ اعراف یعنی میں پہچانتا ہوں ہے، یہ مضارع کا صیغہ ہے، اب آپ لوگ بتائیں کہ معرفت اسماء، اسماء آباء اور معرفت رنگت گھوڑوں کی کس وقت تک ہے؟ اور کس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ معرفت زائل ہوئی؟ اور اس کے زوال کا باعث بھی بتائیں۔

اور ایسا ہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انسی لاری الفتن خلال بیوتکم کوقع ترجمہ: میں دیکھ رہا ہوں فتنوں کو تمہارے اندر جیسے قطرے گرتے ہیں۔

اب آپ بتائیں کہ اس روایت مذکورہ سے جو علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے وہ کس وقت تک ہے؟

اور ایسا ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کائنی انظر الیہم عند الصیحة ینفصون ورسہم من تراب ویقولون الحمد للہ الذی اذهب عنا الحزن تو اس نظر سے جو کیفیت، قلب نبویؐ میں حاصل ہوئی ہے وہ کس وقت تک ہے؟

اور ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فرایتہما دون هذا الحائط، اب آپ لوگ بتائیں کہ روایت سے جو کیفیت قلب مبارک نبویؐ میں حاصل ہوئی وہ کس وقت تک حاصل ہے؟ اور کس وقت زائل ہوئی؟ اور زائل ہونے کا کیا باعث ہے؟



قال الطیب: ذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قوله تعالیٰ لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب إلا اللہ۔

اقول: طیب صاحب! ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ تم خود ہی تو لکھتے ہو ”اور نہیں باتیں جو انہیں ان کے رب نے بتائی ہیں وہ دوسروں کی نسبت بہت ”کامل“ ہیں“ اب یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ پھر تمہارے اور اہل السنۃ والجماعت کے درمیان، غیب دانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں، بصورت قطع نظر تمہاری تضاد بیانی سے، اور کونسا فرق باقی رہا؟ سو، جو، جواب تم لوگ دو گے، اس سے دینی جواب اہل السنۃ والجماعت سے سمجھو!

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم واقعی کامل بلکہ اکمل ہے بھلا صاحب! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قبل از پیدائش آسمان وزمین سے لیکر (جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے سوال کیا، ”ابن کان ربنا قبل ان یخلق الخلق قال کان فی عما تحتہ ہواء وما فوقہ ہواء وخلق عرشہ علی الماء“، تا انتہاء دخول جنت اور مابعد کے سب حالات بیان کردئے ہیں، اور حالات آسمان اور زمین کے اور حالات عرش و کرسی کے اور حالات دوزخ اور اسفل السافلین کے اور حالات ملائکہ اعلیٰ اور ملائکہ مقربین کے اور حالات سوال منکر نکیر کے اور حالات تنگی اور فراخی قبر کے اور حالات فرحت و عذاب میت کے اور حالات فراش جنت اور جہنم کے قبر میں، اور کھل جانے کھڑکی کے طرف جنت و جہنم کے قبر میں، اور حالات فتنہ اور ملائم کے اور حالات نشرو حشر اور پل صراط وغیرہ وغیرہ کے ذرہ بذرہ، نیز احوال آخرت کے اور ہزار ہا احکام شرعیہ جزئیہ تفصیلیہ وغیرہ، جو یہ سب کے سب، غیب کی باتیں ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل طور پر بتلا دی ہیں۔

اب آپ لوگ ہی بتائیں کہ حنفیہ کیا کہتے ہیں کہ جو شخص اعتقاد کرے کہ یہ حالات غیبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھے، وہ کافر ہے؟ واہ رے حنفی واہ! قربان تیری حقیقت پر! اگر ایسے دو تین حنفی اور بھی پیدا ہو جائیں تو خدا ہانے کیا گل شکستہ فرماویں! ارے صاحب! اس عبارت کے یہ معنی نہیں جو تمہاری ادھوری سمجھ میں آئے ہیں، بلکہ یہ معنی ہیں کہ ”یعلم الغیب بالاستقلال، من غیر اعلام اللہ تعالیٰ“

کیونکہ غیب مطلق کا علم اور غیب اضافی کا بالاستقلال ذاتی غیر متناہی علم تو اگرچہ ذات باری عزاسمہ کے ساتھ مخصوص ہے، مگر اطلاع علی المغنیات بدرجہ کمال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے از روئے قرآن (اور احادیث) ثابت ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ”عالم الغیب فلا یشہر علی غیبہ احداً إلا من ارتضیٰ من رسول“ لہذا معلوم ہوا کہ اس آیت نے ”مَنْ ارتضیٰ مِنْ رسول“ کو آیت قل لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب کے ”مَنْ“ سے مستثنیٰ قرار دیدیا ہے، اصول تفسیر کا قاعدہ ہے کہ ”القرآن یفسر بعضہ بعضاً“۔

خدارا، اہل اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دانائے کل اور بینائے کل ہونے کا مسلمہ عقیدے سے برگشتہ مت کرو۔

۔ گر تو قرآن بریں نمط خوانی بیری رونق مسلمانی

قال: قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب ارشاد الطالین میں لکھتے ہیں: الولی لا یعلم إلا ما علّمہ اللہ تعالیٰ، فالقول بانہ یعلم غیب السموات والأرض کفر، قال اللہ تعالیٰ لا یحیطون بشی من علمہ إلا بما شاء، قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب۔

اقول: طیب صاحب! ان چالاک لوگوں سے کہو کہ فالقول بانہ یعلم غیب السموات والأرض کفر، میں، قید من غیر اعلام اللہ تعالیٰ کی لگی ہوئی ہے۔ جیسا کہ إلا ما علّمہ اللہ تعالیٰ اور إلا بما شاء صاف طور پر تصریح کر رہے ہیں اور ایسا ہی ولا اعلم الغیب میں، قید إلا بما شاء اللہ / إلا ما علّمنی اللہ تعالیٰ کی لگی ہوئی ہے، لہذا فالقول بانہ یعلم غیب السموات والأرض کا ترجمہ یوں ہوا: سو یہ کہنا کہ ولی، آسمانوں اور زمین کا غیب، بغیر الہام من جانب اللہ تعالیٰ کے، جانتا ہے، کفر ہے، اور ایسا ہی باقی اقوال ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی بغیر وحی منجانب اللہ کے اور ولی بغیر الہام منجانب اللہ کے غیبی امور کو نہیں جانتے، سو ان کا جاننا بشرط و بوقت عطاء الہی ہوتا ہے، اور بقدر اطلاع و اعلام علام الغیوب جل جلالہ ہوتا ہے۔



مسئلہ مسلم تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانے والے کے کفر کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، قال فی التارخانیۃ والحجۃ "ذکر فی الملتقط أنہ لا یکفر لأن الأشياء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترجمہ: فتاویٰ تارخانیہ اور الحجۃ میں ہے کہ الملتقط میں مذکور ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہو گا۔ کیونکہ تمام امور، روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مگر واضح رہے کہ شہادت فی النکاح کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یوقت نزاع، عدالت متعلقہ، اس شہادت کو بناء فیصلہ بنا سکے جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ڈالنے سے اس مقصد کا حصول، محال نظر ہے۔

یہ امر بھی واضح رہے کہ اللہ سبحانہ و عزہ ہر شانہ، نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون کا علم قطعی اور یقینی بدرجہ کمال عطا فرما دیا ہے جبکہ ولی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوائی نعمت سے، حسب مرتبہ و ظرف، فیضیاب ہونے کا اذن اور موقعہ بخشا جاتا ہے مگر دلی کا کشف و الہام ظنی ہوتا ہے۔

قال الطیب: اور خلاصۃ الفقہ میں ہے کہ اگر شخصے گوید فلاں چیز را خدا تعالیٰ و رسول خدا میدانند کافر گردد۔ چرا کہ خدا تعالیٰ عالم است و رسول خدا را تا وحی نگرود نمی داند۔

اقول: ان چالاک لوگوں نے کیا خوب دعویٰ کیا ہے، اور کیا خوب دلیل جمائی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحاح میں ایک حدیث مروی ہے جسمیں یہ الفاظ ہیں: ثم قال لی یا عمر اتدری من السائل قلت اللہ ورسولہ اعلم، اور صحیح مسلم میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسمیں یہ الفاظ ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل تدری ما حق اللہ عزوجل علی العباد قلت اللہ ورسولہ اعلم، اور اسی مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسمیں یہ الفاظ ہیں: کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحک فقال هل تدریون مما اضحک قال قلنا اللہ ورسولہ اعلم اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسمیں ہے کہ اذا اتی علیہم سحاب فقال نبی اللہ هل تدریون ما هذا، قالوا اللہ ورسولہ اعلم، ان کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی "اللہ ورسولہ اعلم" کے الفاظ بہت وارد ہوئے ہیں جن کا ترجمہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں، شاید وہ لوگ اصحاب رسول اللہ پر بھی فتویٰ لگا دیتے ہوں گے۔

اور جو جواب خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درج ہے، انہیں تو درحقیقت علم غیب بالاستقلال ہی کو خاصہ باری عز اسمہ تسلیم کیا جاسکتا ہے، اسی طرح مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے جواب میں کچھ ذکر نہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات پر اطلاع دی گئی ہے یا نہ؟ اگر اطلاع برغیب کو تسلیم نہ کیا جائے تو ان کا جواب قابل تسلیم نہیں ہے، کیونکہ اطلاع برغیب برائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، کلام اللہ سے اور احادیث رسول اللہ سے ثابت ہے، لہذا خدا اور رسول خدا کے فرامین کو ترجیح دی جائے گی۔

قال الطیب: اور بعضے از روئے قیاس یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت کو حق تعالیٰ نے اپنے نور سے اس طرح پر پیدا کیا ہے جیسا کہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اس لئے آنحضرت کو علم غیب کا حصول از اس ذات سبحانہ و تعالیٰ، بلا شک و شبہ ہے، میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ، ایسے کمثلہ شی، کے بارے میں چراغ کی مثال دینا، عین شرک ہے۔

اقول: طیب صاحب! ان چالاک لوگوں نے کیا ہی الٹی بات لکھ دی ہے، علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ مثل نور خدا کی، روح و قلب مبارک نبوی میں، علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات الطیبات، مثل فانوس کے ہے، جس میں چراغ روشن ہے، کہ جس کی برکت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام علویات اور سفلیات، منکشف باکشاف تام ہو رہے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح، اور جیسا کہ بیضاوی میں لکھا ہے: "والقوة القدسیۃ تنجلي فیہا لوائح الغیب واسرار الملکوت المختصۃ بالانبیاء والأولیاء"۔

اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نور کی مثل بیان فرمائی ہے، مثل نورہ کمشکوۃ، اور ان چالاک لوگوں نے اس کو شرک بتا دیا۔ طیب صاحب! بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کچھ تفکر و تامل نہیں فرماتے، جو کچھ وہ چالاک گروہ کہہ دیتا ہے، آپ آنکھوں پر رکھ لیتے ہیں۔



جہاں تک مولانا مولوی عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے تو وہ تعلق رکھتا ہے ساتھ سوال کے، اور اسمیں بحث ہے جس کا تعلق ہے ساتھ نوعیتِ اضافت کے (جو کہ اضافتِ تشریفی ہے) لیکن اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ”نور اللہ“ سے ہونے کا انکار ہرگز نہیں ہے، جو کہ آپ کے چالاک بھائیوں نے آپکو سمجھایا ہے۔

طیب صاحب! فقیر اپنی طرف سے نصیحت کر چکا ہے، جو حق بات تھی، وہ ظاہر کر دی ہے، آپ اور آپ کا گروہ مان لیں تو آپ سب کے حق میں بہتر ہے، اور اگر وہ مانیں تو وما علینا الا البلاغ المبین، چاہئے کہ اس رسالہ کا نام ”معائنہ بلا شیب“ ہووے۔

راقم آثم غلام محمد (گھوٹوئی) بایماء مولانا واستاذنا واستاذ الکل تحقیق پناہ، تدقیق دستگاہ الحافظ محمد جمال الدین ادام اللہ تعالیٰ ظلہ علی رؤسنا، آمین، یا رب العالمین، بحرمة سید الأنبياء والمرسلین، اللہم صلی علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجه وذریاتہ وعلماء امتہ وصلحاء ملتہ وجميع من آمن بہ اجمعین برحمتک یا ارحمهم الراحمین۔

